A-PDF Merger DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ | اپریل ۲۰۱۱ء | جلد نمبر ۳۵ شمارہ ۴

مجلسِ ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
سرکولیشن منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

قیمت عام شمارہ: 15 روپے
سالانہ: 150 روپے

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر — £ 15 پونڈ

کوڈ نمبر — 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ — 250149
الجامعۃ الاشرفیہ — 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E-mail. Ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

مجلسِ شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا اٹھارھواں فقہی سیمینار

اداریہ

✷ الیکٹرانک میڈیا کے مسائل اور فقہی نقطۂ نظر — مبارک حسین مصباحی — ۳

خطبات

✷ خطبۂ استقبالیہ — علامہ محمد احمد مصباحی — ۶

✷ خطبۂ صدارت — عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ صاحب — ۸

✷ خطبۂ صدارت — مفتی محمد مجیب اشرف — ۹

✷ خطبۂ صدارت — علامہ قمر الزماں اعظمی — ۱۱

خلاصۂ مقالات

✷ اینیمیشن کا شرعی حکم — مولانا ناصر حسین مصباحی — ۱۳

✷ برقی کتابوں کی خرید وفروخت — مولانا نفیس احمد مصباحی — ۲۳

✷ زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال — مولانا محمد ہارون مصباحی — ۳۰

✷ انٹرنیٹ کے شرعی حدود — مولانا صدر الوریٰ قادری — ۳۹

فیصلے

✷ اٹھارہویں فقہی سیمینار کے فیصلے — مفتی محمد نظام الدین رضوی — ۴۶

شرکاے سیمینار

✷ اصحابِ مقالات اور شرکاے سیمینار — مولانا عرفان عالم مصباحی — ۵۲

ادبیات

✷ خیابانِ حرم — نعتیں — علامہ قمر الزماں قمر اعظمی — ۵۶

۲۰۱۱ء مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے نام منسوب کیا گیا ہے

اس مناسبت سے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے

علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر

شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ نمبر انقلاب ۱۸۵۷ء اور مجاہدِ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کی حیات وخدمات اور ان کے مجاہدانہ کردار پر دستاویزی معلومات پر مشتمل ہوگا۔

اداریہ

الیکٹرانک میڈیا کے مسائل اور فقہی نقطۂ نظر

مبارك حسين مصباحی

۲۲/ ۲۳/ ۲۴/ جنوری ۲۰۱۱ء کو ممبئی سے متصل مہاپولی ضلع تھانے میں مجلس شرعی مبارک پور کا اٹھارہواں فقہی سیمینار منعقد ہوا۔ مہاپولی پہاڑیوں کے آغوش میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اسی دیہی علاقہ میں سنی دعوتِ اسلامی کا انگلش میڈیم حرا پبلک اسکول ہے۔ اسکول کا ایک وسیع کمرہ سیمینار ہال کے لیے استعمال کیا گیا۔ جب کہ اسکول کی درس گاہوں کو تین دن کے لیے علما اور مفتیانِ کرام کی قیام گاہوں کے لیے خالی کر دیا گیا تھا۔ فقہی سیمینار کے لیے اس علاقے کو اس لیے بھی ترجیح دی گئی تھی کہ ان تین دنوں میں مفتیانِ کرام پورے طور پر زیر بحث مسائل میں منہمک رہیں۔ یہ سیمینار بھی اپنے مقاصد اور نتائج کے اعتبار سے کامیاب رہا۔ مقالہ نگاروں کی کل تعداد ۴۸/ تھی، جن میں سے ۲۷/ مقالہ نگاروں نے سیمینار میں شرکت کی۔ بقیہ شرکت کرنے والے بیرونی علما و مشائخ کی تعداد ۲۲/ تھی، مقامی علما اور ائمۂ کرام ۴۶/ تھے۔ اس طرح کل شرکا کی تعداد ۱۱۶/ تک پہنچ جاتی ہے۔ چار موضوعات کے لیے سیمینار کی کل چھ نشستیں ہوئیں۔ تمام نشستوں کی نظامت مجلس شرعی کے ناظم مفتی محمد نظام الدین رضوی نے فرمائی، جب کہ حسب سابق فیصلوں کا متن مجلس شرعی کے صدر علامہ محمد احمد مصباحی نے تحریر فرمایا۔

بحیثیت صدرِ مجلس تحریری خطبۂ استقبالیہ بھی آپ ہی نے پیش کیا۔ خطبۂ استقبالیہ انتہائی فکر انگیز اور دردمندانہ ہے۔ انھوں نے بشمول تمام ضروری باتوں کے علما اور مشائخ کی توجہ اہلِ سنت کے ایک انتہائی حساس مسئلہ کی جانب مبذول کرائی کہ "اردو میں ہماری تحریروں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور تقریریں تو حد وشمار سے باہر ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مقامی طور پر بھی ہماری قابلِ ذکر شناخت اور پذیرائی نہیں ہے اور ہم اپنے ملک کے اندر بھی بھاری اکثریت کے باوجود گم نام ہیں۔" -حضرت مصباحی صاحب نے بڑی جامعیت کے ساتھ اس کی وجہیں ذکر فرمائی ہیں:

"ایک یہ کہ لکھنے میں ہم نے وہ معیار اور وہ موضوعات ملحوظ نہ رکھے جو عمومی طور پر پُرکشش اور عام اہل علم کی مرجعیت کے قابل ہوں۔ اور بولنے میں تو عوام وخواص کسی کا لحاظ نہ رہا۔ اچھے مطالعہ اور ٹھوس دلائل سے اپنی تقریروں کو آراستہ کرتے، حالات وضروریات کے مطابق عقائد ومسائل کو دل نشیں پیرایے میں بیان کرتے تو عوام کی بھی علمی وعملی دنیا میں انقلاب آتا اور اہل علم بھی شوق سے سننے کی کوشش کرتے۔ مگر ہم نے اپنا پیمانہ بدل کر بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کو بے ثمر اور لمبے لمبے مصارف کو بے سود یا تقریباً بے سود بنا رکھا ہے۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ صحافت اور سیاست میں ہم نے خاطر خواہ حصہ نہ لیا۔ ہندی، اردو، انگریزی کسی زبان میں ہمارا کوئی ایسا اخبار نہیں جو کم از کم ملک گیر پیمانے پر ہماری نمائندگی کر سکے۔ نہ ہی ہماری کوئی ایسی سیاسی تنظیم ہے جو ملکی سطح پر ہماری مضبوط نمائندگی کرے، قوم وملت کے عمومی مسائل کے لیے کوشاں ہو۔ وہ فوائد اور حقوق جن سے ہر ملکی یا ہر مسلم مستفید ہو سکتا ہے ان سے اہل سنت کو مستفید کرے۔"

سیمینار میں ہر نشست کی صدارت علاحدہ علاحدہ شخصیات نے فرمائی۔ ان اکابر علما اور مشائخ کے اسماے گرامی یہ ہیں: عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ، علامہ عبدالشکور مصباحی، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ قمرالزماں اعظمی انگلینڈ، مفتی مجیب اشرف رضوی ناگ پور، مفتی حبیب یار خاں نوری اندور، تمام جلیل القدر صدور نے اپنے اپنے خطبات میں مجلس شرعی مبارک پور کے نظم ونسق اور ملک بھر سے آئے علماے کرام اور مفتیانِ عظام کی فقہی کاوشوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ خطباتِ صدارت میں اس نکتہ پر بھی زور دیا گیا کہ اس وقت نئے نئے مسائل بڑی تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں اور قدیم مراجع میں ان سے متعلق صراحت نہ ملنے کے باعث سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے، مختلف فکریں مختلف سمتوں میں چلی جاتی ہیں۔

اس ماحول میں اجتماعی فکر وتحقیق کی بالادستی کو فروغ دینا چاہیے۔ مجلس شرعی کا سالانہ فقہی سیمینار اس سمت میں ایک سنجیدہ اور تعمیری اقدام ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ مجلس شرعی کے مباحث اور فیصلوں کے خوش گوار اثرات برصغیر میں محسوس کیے جارہے ہیں۔

امسال سیمینار میں چار موضوعات زیرِ بحث آئے: (۱) اینی میشن کا شرعی حکم (۲) برقی کتابوں کی خرید وفروخت (۳) زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال (۴) انٹرنیٹ کے شرعی حدود۔ قریب قریب یہ تمام مسائل الیکٹرانک میڈیا کی پیداوار ہیں، ان جدید مسائل کے حوالے سے علما اور عوام سخت بے چینی کا شکار تھے۔ اہلِ علم اور اہلِ افتا نے سوالات کے تمام پہلوؤں پر مقالات وآرا تحریر فرمائیں اور جو لکھ نہیں سکے انھوں نے اپنی گہری بصیرت اور زبردست مطالعے کی روشنی میں بحثوں میں حصہ لیا۔ سیمینار میں ہر عالم اور مفتی کو اپنی بات کہنے اور اپنے اشکال کو پیش کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور کسی نقطۂ نظر پر جب تک سب مطمئن نہیں ہوجاتے فیصلہ سپردِ قلم نہیں کیا جاتا۔ اور اگر پرزور بحثوں کے باوجود بھی تمام شرکا کسی ایک حل پر ہم فکر نہیں ہوتے تو اختلافی نقطۂ نظر کی وضاحت کے ساتھ فیصلہ نوٹ کرلیا جاتا ہے۔ سیمینار کے فیصلے وہ بلند پایہ شخصیت سپردِ قلم کرتی ہے جو فقہی معارف سے آگاہی کے ساتھ صاحبِ طرز ادیب بھی ہے۔ جو اپنی جامع علمی اور متوازن تحریروں کے حوالے سے سندِ اعتبار کا درجہ رکھتے ہیں۔ میری مراد ہیں فتاویٰ رضویہ کی متعدد جلدوں کے مترجم، جد الممتار کے مرتب ومحقق علامہ محمد احمد مصباحی۔ سیمینار کے اختتام پر جب فیصلے پڑھے جاتے ہیں تو تمام حاضرین کے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس بار سوالات اور تنقیح طلب امور کے کچھ گوشے غیر ضروری ہونے یا قلت وقت کی وجہ سے ترک ہوگئے، جب کہ موضوع سے متعلق بحثوں میں درآئے دیگر ضروری گوشوں پر بروقت باتفاقِ رائے فیصلے لکھ لیے گئے۔ یہ نوٹ ہم نے اس لیے لکھ دیا کہ کہیں قارئین کے ذہنوں میں سوال ناموں، تلخیصوں اور فیصلوں کے بعض مقامات پر خلجان نہ پیدا ہو۔

پہلا موضوع تھا اینی میشن کا شرعی حکم۔ سوال نامہ جامعہ اشرفیہ کے استاذ مولانا ناصر حسین مصباحی نے مرتب کیا تھا۔ اس موضوع پر اکتیس مقالات وآرا موصول ہوئیں۔ مقالات کا خلاصہ سائل نے اپنے قلم سے مرتب کیا اور حسب ذیل تنقیح طلب امور برائے بحث سیمینار میں پیش کیے:

(۱) کیا کارٹون اور تصویر دونوں کا مقصد الگ الگ ہے، بالفرض اگر کارٹون کا مقصد تصویر سے علیحدہ ہو تو کیا اُس کو تصویر کے حکم سے خارج کیا جائے گا؟ (۲) کیا تصویر کو دیکھنا دِکھانا جائز ہے، کیا اِس کی حرمت پر کوئی نص شرعی یا فقہی ہے؟ (۳) تصویر میں ابتلاے ناس کی وجہ سے کیا فرائض وواجبات کی تعلیم حاصل کرنا تصاویر کے ذریعہ جائز ہے؟ (۴) اخبار، اور ہندی، انگریزی یا عربی ادب اور لغات کی کتابوں، نیز تصاویر والے عربی ماہناموں کی خریداری کیا حاجت کی وجہ سے جائز ہے؟ اگر ہے تو کیا یہ حاجت فرائض وواجبات کی تعلیم میں پائی جاتی ہے؟

فیصلہ میں من جملہ دیگر امور کے یہ بھی بہ اتفاق رائے طے ہوا:

> ”اسلامی فرائض و واجبات اور اخلاق وآداب کی تعلیم کے نام پر بدمذہبوں نے سی ڈیاں تیار کررکھی ہیں، جو بہت سی غلط معلومات پر بھی مشتمل ہیں اور ناواقف طلبہ وعوام ان کے ذریعہ مسائل سیکھ رہے ہیں۔ ان سے طلبہ وعوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے، اس لیے جہاں طلبہ وعوام سے علماے اہلِ سنت براہ راست رابطہ کرکے انھیں تعلیم نہ دے پاتے ہوں وہاں کم از کم یہ انتظام ہو کہ اپنے علما کے ذریعہ ایسی آسان اور صحیح سی ڈیاں فراہم ہوں جن سے ناواقف لوگ استفادہ کرسکیں۔“

واضح رہے کہ مجلس شرعی نے یہ فیصلہ شرعی حاجت کے پیشِ نظر کیا ہے، اس لیے فیصلے میں یہ وضاحت بھی کردی گئی ”کہ جہاں حاجت متحقق ہو وہاں دینی معلومات کی فراہمی کے لیے ایسی سی ڈیاں تیار کرانا اور استعمال میں لانا جائز ہے، جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں۔“

اس ضمن میں اسلامک چینلز کا ذکر نہ آسکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بقید حاجتِ شرعی اب اسلامک چینلز کے عدم جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

دوسرا موضوع تھا ”برقی کتب کی خرید وفروخت“ سوال نامہ کی ترتیب مولانا ناصر حسین مصباحی نے دی۔ اس موضوع پر انتالیس مقالات موصول ہوئے، جن کی تلخیص جامعہ اشرفیہ کے استاذ اور مجلس شرعی کے رکن مولانا نفیس احمد مصباحی نے فرمائی اور سیمینار میں مباحثے کے لیے مندرجہ ذیل تنقیح طلب گوشے پیش کیے۔

(۱) برقی شعاعوں اور برقی کتابوں کو بالعوض حاصل کرنا شرعی نقطۂ نظر سے بیع ہے، یا اجارہ، یا کچھ اور؟ اور بہر حال یہ جائز ہے یا

ناجائز؟ (۲) اگر یہ معاملہ ناجائز ہے تو اس کے جواز کی بھی کوئی راہ ہے، یا نہیں؟

فیصلے میں موضوع سے متعلق کئی مباحث کو رقم کیا گیا۔ تمام مسائل وتحقیقات کا نتیجہ وحکم یہ ہے کہ برقی کتابوں کی خرید وفروخت جائز ہے۔ فیصلے کا متن ذیل میں پڑھیے۔

"جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا کہ شعاعیں چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب جسم ہیں اور جمع، ذخیرہ اندوزی، منتقلی، تصرف وتبدیل وغیرہ خواصِ جسم کے قابل وحامل ہیں۔ اس لیے یہ بلاشبہہ مال ہیں اور ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔"

تیسرا موضوع تھا زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال۔ اس موضوع پر چونتیس مقالات لکھے گئے۔ سوال نامہ کی ترتیب مولانا ناصر حسین مصباحی اور مقالات کی تلخیص جامعہ اشرفیہ کے استاذ مولانا محمد ہارون مصباحی نے فرمائی۔ تنقیح طلب امور حسب ذیل تھے۔

(۱) اسماے مبارکہ اور قرآنی آیات کو مینار، گنبد وغیرہ معظمات کی شکل دینا کیسا ہے؟ (۲) انہیں پھلوں، سبزیوں اور پتھروں وغیرہ بے جان چیزوں کی شکل دینا کیسا ہے؟ (۳) انہیں قدرتی پھلوں، مصنوعی پھلوں یا ان کی تصاویر پر تحریر کرنے کا حکم کیا ہے؟ (۴) مذکورہ کلمات وآیات کو سادہ خط میں لکھ کر متحرک کرنا کیسا ہے؟ (۵) قمقموں کے ذریعہ بنی ہوئی قرآنی آیات اور اسماے مبارکہ کی شکلوں کو قسم قسم کی حرکتوں سے متحرک کرنا کیسا ہے؟ (۶) خالص زینت کے لیے اسماے مقدسہ اور قرآنی آیات کے استعمال کا حکم کیا ہے؟

اس موضوع کے تمام مسائل باتفاق آرا حل ہوئے۔

چوتھا اور آخری موضوع تھا، انٹرنیٹ کے شرعی حدود سوال نامہ راقم سطور نے مرتب کیا تھا۔ جب کہ جواب میں آئے ۲۴/مقالات کی تلخیص جامعہ اشرفیہ کے استاذ اور مجلس شرعی کے رکن مولانا صدر الوریٰ قادری نے فرمائی، مولانا نے حسب ذیل چار تنقیح طلب امور علماے کرام اور اہلِ افتا کی بحث کے لیے پیش کیے:

(۱) شرعاً انٹرنیٹ کا استعمال کیسا ہے؟ (۲) ویڈیو کانفرنسنگ اور تدریس وعلاج کے لیے ویب کیمرے کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) ویب کیمرے کے ذریعہ ٹی وی اور کمپیوٹر کی اسکرین پر جان داروں کے نظر آنے والے مناظر تصاویر ہیں یا عکوس؟ (۴) ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ اداے شہادت کا کیا حکم ہے؟

اس موضوع پر پانچویں اور چھٹی نشست میں پر زور مباحثہ ہوا۔ ہال اپنے اپنے دلائل کی روشنی میں دو موقف پر تقسیم ہو گیا۔ اکثر شرکاے سیمینار ویڈیو کانفرنسنگ میں نظر آنے والے ذی روح کے منظر کو محفوظ ہونے سے قبل عکس کے حکم میں ماننے پر مصر رہے۔ ان کے نزدیک ویڈیو کانفرنسنگ مباح امور سے متعلق جائز طے پائی جب کہ چند افراد پر مشتمل ایک طبقے کا موقف یہ رہا کہ ذی روح کا منظر محفوظ ہونے سے قبل بھی تصویر ہے۔ ان کے نزدیک بلا حاجتِ شرعیہ ویڈیو کانفرنسنگ ناجائز طے پائی۔ اور اگر حاجتِ شرعی ہو تو ہر طبقہ بہر صورت ویڈیو کانفرنسنگ جائز سمجھتا ہے۔

انٹرنیٹ کے شرعی حدود کے موضوع پر فیصلے میں دعوت وتبلیغ کے جدید تقاضوں کے پیشِ نظر ایک اہم فقہی قرارداد بہ اتفاق راے پاس ہوئی جو حسب ذیل ہے:

"اسلام وسنیت کے خلاف جو کثیر مواد انٹرنیٹ کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے زیادہ موثر انداز میں انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام وسنیت کی اشاعت وحمایت میں جواب دیا جائے۔ بلکہ کچھ لائق افراد کو انٹرنیٹ ٹیکنالوجی کا ماہر بنایا جائے اور انھیں اشاعتِ حق وجواب اہلِ باطل کے کاموں پر مامور کیا جائے۔ اور ان کے مصارف بھی برداشت کیے جائیں۔ تاکہ موجودہ حالات کے مطابق ارشادِ ربانی: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآ ہو سکیں۔

میز بانی کے فرائض بحسن وخوبی سنی دعوتِ اسلامی نے انجام دیے۔ مجلسِ شرعی مبارک پور سنی دعوتِ اسلامی کی شکر گزار ہے۔ اس کے علاوہ جن احباب نے بھی علماے کرام کی خدمت وضیافت میں کسی طرح کا کوئی حصہ لیا، سبھی کے ہم ارکانِ مجلس شکر گزار ہیں۔ ربِ کریم تمام مخلصین، محبین اور معاونین کو اپنی بے پایاں رحمتوں، برکتوں اور فضل وکرم کی بارشوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

خطبات

خطبۂ استقبالیہ

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

بڑی مسرت کی بات ہے کہ مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا اٹھارہواں فقہی سیمینار آج مہاراشٹر کی سرزمین پر منعقد ہو رہا ہے، اور علماے دین ومفتیان کرام کا نورانی قافلہ اِس خطّے میں ضوفگن ہے۔

ہم سیمینار میں شرکت فرمانے والے سبھی اہل علم کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہیں اور شکر گزار ہوں کہ اپنی مصروفیات چھوڑ کر اور سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے وہ یہاں رونق افروز ہوئے ان کے ساتھ وہ تمام حضرات ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے سیمینار کے سوالات موصول ہونے کے بعد جوابات تیار کرنے کے لیے فقہی مصادر کی مراجعت میں جدو جہد صرف کی اور اپنے قیمتی خیالات سپرد قلم کر کے مجلس شرعی کو ارسال کیے۔

مقالات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماے کرام نے محنت ومشقت سے کام کیا ہے۔ بعض حضرات نے ہر موضوع پر کافی بسط وتفصیل سے گفتگو کی ہے اور زیادہ سے زیادہ مراجع و مآخذ سے استفادہ کی کوشش کی ہے۔ مولا تعالیٰ سبھی حضرات کو ان کے حسن نیت اور جہد حَسَن پر اجر عظیم سے نوازے۔

رہ گیا اختلافِ آرا اور فکروں کا مختلف سمتوں میں سفر تو یہ غیر منصوص اور نئے مسائل میں لابدی امر ہے۔ رب تعالیٰ کی تیسیر وتوفیق شامل حال رہی تو ہمیں امید ہے کہ بحث ومناقشہ کے بعد سبھی مسائل میں بعونہ وکرمہ تعالیٰ کوئی واضح اور صحیح حل رونما ہوگا جس پر سبھی شُرکا انشراح صدر کے ساتھ اتفاق کر سکیں گے اور مذاکرات کی نشستیں بامراد و کامیاب ہو کر برخاست ہوں گی۔ و ھو المستعان و علیہ التکلان.

یہ امر باعث مسرت اور قابل توجہ ہے کہ نئے مسائل کے حل اور نئی سمتوں میں امت مسلمہ کی رہ نمائی کے لیے پیش قدمی ہوئی اور علماے کرام کی مخفی قوتیں اور صلاحیتیں بروے کار آئیں تو بہت سے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھیں، امت کو صحیح حل دست یاب ہوئے۔ مزید برآں فکروں کے دروازے کھلے، تحقیق وتدقیق کی راہیں ملیں، علمی و فقہی ذخیروں سے استفادے وافادے کی مزید صورتیں نمودار ہوئیں اور بہت سی صلاحیتیں جو صرف درسیات میں گم تھیں اب علم وفن کے وسیع وعریض آفاق پر جلوہ نما ہیں۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دوسرے خالی میدانوں کے لیے بھی اس طرح کی مخفی صلاحیتوں کا استعمال ہو تو بہت سارا خلا جلد ہی پُر ہو سکتا ہے۔ میں یہاں چند جہتوں کا اشارہ کروں گا۔

ع　بہ امید آں کہ مردے بہ ’’قمار‘‘ خواہی آمد(۱)

(۱)- ہم نے صرف اردو کو ذریعۂ اظہار بنایا ہے جس کے باعث ہماری نگارشات کا دائرہ بہت محدود ہے۔ مقامی طور پر ہندی اور دوسری زبانوں میں بھی بلا واسطہ یا بالواسطہ اظہار ہونا چاہیے تا کہ یہ محدود دائرہ ذرا وسیع ہو سکے۔

(۲)- بلاد ہند اور وابستگانِ ہند سے باہر ہمارا کوئی تعارف نہیں اور روابط بھی مفقود ہیں۔ عربی اور انگریزی بولنے لکھنے کی مشق و ممارست بہت ضروری ہے، تا کہ ہمارا دائرہ آفاقی وعالمی ہو سکے۔

(۳)- اردو میں ہماری تحریروں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور تقریریں تو حدوشمار سے باہر ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مقامی طور پر بھی ہماری قابلِ ذکر شناخت اور پذیرائی نہیں ہے اور ہم اپنے ملک کے اندر بھی بھاری اکثریت کے باوجود گم نام ہیں۔

یہ موضوع بہت سنجیدگی سے غور وفکر اور ٹھوس پیش قدمی کا متقاضی ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا اس کی دو بڑی وجہیں نظر آتی ہیں:

ایک یہ کہ لکھنے میں ہم نے وہ معیار اور وہ موضوعات ملحوظ نہ رکھے جو عمومی طور پر پُرکشش اور عام اہل علم کی مرجعیت کے قابل ہوں۔ اور

(۱) حضرت امیر خسرو سے معذرت کے ساتھ، انھوں نے فرمایا تھا: ’’ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف‘‘۔ بہ امید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد۔۔۔۔ اور میں نے ’’قمار‘‘ اس لیے کہا کہ ہر مشکل کام پُرخطر ہوتا ہے۔ ہر موڑ پر ناکامی کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ جان، جوکھم میں ڈالے بغیر سر نہیں ہوتا۔

بولنے میں توعوام وخواص کسی کا لحاظ نہ رہا۔اچھے مطالعہ اورٹھوس دلائل سے اپنی تقریروں کوآراستہ کرتے، حالات وضروریات کے مطابق عقائد و مسائل کودل نشیں پیرایے میں بیان کرتے توعوام کی بھی علمی وعملی دنیا میں انقلاب آتا اوراہل علم بھی شوق سے سننے کی کوشش کرتے۔مگر ہم نے اپنا پیمانہ بدل کر بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کو بے ثمر اور لمبے لمبے مصارف کوبے سود یاتقریبا بے سود بنارکھا ہے۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ صحافت اورسیاست میں ہم نے خاطر خواہ حصہ نہ لیا۔ ہندی، اردو، انگریزی کسی زبان میں ہمارا کوئی ایسا اخبارنہیں جو کم ازکم ملک گیر پیمانے پر ہماری نمائندگی کر سکے۔نہ ہی ہماری کوئی ایسی سیاسی تنظیم ہے جوملکی سطح پر ہماری مضبوط نمائندگی کرے،قوم وملت کے عمومی مسائل کے لیے کوشاں ہو۔وہ فوائداورحقوق جن سے ہرملکی یاہر مسلم مستفید ہوسکتا ہےان سے اہل سنت کومستفید کرے۔

ان ساری خامیوں کا ازالہ اور ہر بیماری کا مداوا ہوسکتا ہے کسی مرد میداں کی پیش قدمی درکار ہے۔کسی طبیب حاذق کی ہمدردی چاہیے کاش کوئی دردمند آگے بڑھے۔ واللّٰہ الموفّق و المعین.

اِس موقع پرہمیں اپنے دوکرم فرماؤں کی یادشدّت سے آرہی ہے۔ یہ حضرات مجلس شرعی کے مذاکرات میں شرکت فرماتے رہے ہیں،مگرآج ہم ان کی شرکت سے محروم ہیں۔**ایک** حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی صدر مفتی مرکزی دارالافتا، بریلی شریف۔سرکارمفتیِ اعظم ہند قدس سرہ اور بریلی شریف سے ان کا بہت دیرینہ تعلق رہاہےاورفقہ وافتا کے باب میں بھی ان کی حیثیت نمایاں تھی۔**دوسرے** حضرت مولانا مفتی عنایت احمد نعیمی، جو الجامعۃ الغوثیہ، اترولہ، ضلع بلرام پور سے وابستہ رہ کر دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے تھے اوراپنی خطابت اور تحریروں سے بھی ملک وملت کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ان حضرات کی رحلت ہمارے لیے باعث حزن وغم ہے۔ مولا تعالیٰ ان حضرات کے ساتھ رحمت وغفران کا معاملہ فرمائےاوران کے درجات بلندتر فرمائے۔حال ہی میں (۲۸رمحرم ۱۴۳۲ھ/ ۴رجنوری ۲۰۱۱ء) مجلس شرعی کے سرپرست امین ملت حضرت سید شاہ محمدامین برکاتی دام ظلہ کی والدۂ ماجدہ، حضرت احسن العلما کی حرم محترمہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں، جو بڑی ہی دین دار، بہت کرم فرما اور بڑی خوبیوں کی حامل خاتون تھیں ان کی رحلت سے قبل ۱۲رمحرم ۱۴۳۲ھ/ ۱۹ردسمبر ۲۰۱۰ءکو برادرِگرامی حافظ قاری غلام عبدالقادر جیلانی اپنی اہلیہ کے ساتھ سفرحج سے واپس ممبئی آئےاوروہیں دوسرے دن ۱۳رمحرم کی صبح ان کا انتقال ہوگیا۔نماز جنازہ اورتجہیز وتدفین ۱۴رمحرم کوبھوجپور مرادآباد میں ہوئی۔یہ حافظ ملت قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے،عزیز ملت مدظلہ سرپرست مجلس شرعی وسربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کے برادرصغیر تھے۔ناگہاں ان کی رحلت باعث رنج والم ثابت ہوئی مگر جومشیت ایزدی ہوتی ہے وہی ہوتا ہے۔اوربھی ہمارے کرم فرماہوں گے، جو اب ہم میں نہ رہےاور بروقت ان کے نام یادنہیں آرہے ہیں۔مولا تعالیٰ سب کواپنی بےکراں رحمتوں سے سرفراز فرمائےاوران کے پس ماندگان اوراہل تعلق کوصبرجمیل واجرجزیل سے نوازے۔

ان کے علاوہ ہمارے دو بزرگ شدید علالت اورضعف و نقاہت میں گرفتار ہیں،جس کے باعث ہم ان کی شرکت سے آج محروم ہیں۔**ایک** بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی دام ظلہ شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی، **دوسرے** خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم نورالحق، چرّا محمد پور، ضلع فیض آباد۔ مولا تعالیٰ ان حضرات کوصحت وعافیت عطا فرمائےاوران کا بافیض سایۂ عاطفت اہلِ سنت کے سروں پرتادیر قائم رکھے۔

آخرمیں اپنے تمام مندوبین کاخیرمقدم کرتے ہوئے دوبارہ ان کا شکر گزار ہیں ساتھ ہی **تحریک سنی دعوت اسلامی اورامیرتحریک مولانا شاکرعلی رضوی اوران کے رفقاومعاونین کا بھی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے اس عظیم سیمینار کابار اپنے سرلیا۔مذاکرات کے انعقاد، مندوبین کی ضیافت اوران کی رہائش وآسائش کے انتظام کی ذمہ داری لی۔اورحتی المقدوریہ کوشش فرمائی کہ آپ حضرات کوکوئی تکلیف نہ ہو**۔بالفرض کسی کوکسی وجہ سے کوئی تکلیف ہو جائےتومیں سب کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوں اورآپ حضرات سے درگزرکا امیدوار —— اس لیے کہ یہ کام دراصل آپ ہی کا ہے۔مسائل کاحل، اس کے لیے آسائشوں کی قربانی، مصائب کاتحمل اورقوم کی ہدایت ورہ نمائی علماہی کافریضہ ہے۔

اس راہ میں جوبھی معاون وغم گسار بنے وہ ربّ کریم کی طرف سے اجروثواب، اور ہماری طرف سے تشکر وتکریم کا مستحق ہے۔رب تعالیٰ ہم سب کواپنی غیبی تائیدات سے نوازے اورحسنات سے ہمیں بہرۂ وافرعطا فرمائے۔ وهو اكرم الاكرمين و الصلاة و السلام على حبيبه سيّد المرسلين خاتم النبيين و عليهم و على آله و صحبه و فقهاء شرعه و علماء دينه و هداة طريقه أجمعين.

محمداحمدمصباحی

۱۷رصفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۲رجنوری ۲۰۱۱ءشنبہ۔

خطبات

خطبۂ صدارت

حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، سرپرست مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم
اما بعد! فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ. صدق اللہ العظیم۔
درود شریف

بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ حضرات اٹھارہویں فقہی سیمینار میں شرکت کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں۔ آپ حضرات اس کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ آپ نے دور دراز کا سفر کیا، تکلیفیں اٹھائیں، یہ آپ کی ملی اور مذہبی ضرورت کے تعلق سے بے داری کی دلیل ہے۔

آپ قوم و ملت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اتنا طویل سفر کر کے یہاں تشریف لائے، اس لیے میں آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ساتھ ہی امیر سنی دعوتِ اسلامی کو مبارک باد بھی دیتا ہوں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے وقت کی ضرورت اور قوم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور عوام اہل سنت کو یہ بتانے کے لیے کہ علماے مدارسِ اسلامیہ کیا کر رہے ہیں، اس سیمینار کو یہاں منعقد کیا۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں، ساتھ ہی ان کے احباب کے بھی شکر گزار ہیں اور ان کے لیے دعا گو ہیں۔

یہ سب ان کا وہ جذبہ ہے جو ان کو ان کے مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ملا ہے جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ اور اشاعت کا ایک سبب ہے۔

اپنی پوری زندگی کو اسی میں وقف کیے ہوئے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں لگے ہوئے ہیں۔

ہم ان کے لیے اور ان کی تحریک کی ترقی کے لیے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے سرسبز و شاداب رکھے۔

آپ حضرات سے میں نے تقریباً ہر سیمینار میں یہ کہا ہے اور تقریباً اٹھارہ سال سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ آپ کو جب بھی دعوت دی جائے۔ آپ اسی جذبے کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ خود محسوس کرتے ہیں کہ یہ وقت کی کتنی بڑی ضرورت ہے۔ اس لیے تحقیق و تفتیش کی راہ میں آپ کو جو رکاوٹیں ہوں یا جو ضرورتیں ہوں، ہماری کوشش رہے گی کہ وہ پوری ہوں۔

ہم نے ممبئی میں بھی مدارس کے ذمہ داروں سے بات کی تھی اور آپ نے دیکھا کہ مقامی علماے کرام بھی تشریف لائے۔ ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت یہاں دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کے اس ایثار و قربانی کو قبول فرمائے اور جزاے خیر عطا فرمائے۔

بجاہ حبیبہ سیّد المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہٖ و ازواجہ و فقہاء امتہ اجمعین۔

*****

خطبۂ صدارت

حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ دام ظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم. اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون. صدق اللہ العظیم.

الجامعۃ الاشرفیہ کے ۱۸/ویں فقہی سیمینار کو اپنی کریمانہ شرکت اور مخلصانہ تشریف آوری سے رونق بخشنے والے معزز علمائے کرام، مفتیانِ عظام اور حاضرین ذوی الاحترام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں سب سے پہلے ان تمام ارباب حل و عقد کی خدماتِ عالیہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرنا چاہوں گا، جن کی مخلصانہ کوششوں سے اس عظیم فقہی سیمینار کا انعقاد عمل میں آیا اور جنھوں نے اس کے جملہ انتظام و انصرام میں فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے سعی بلیغ فرمائی۔ رب کریم ان کو دونوں جہان میں حسنِ جزا سے سرفراز فرمائے اور ہر طرح خوش وخرم اور شاد وآباد رکھے۔ پھر ان کرم فرماؤں کا بھی شکریہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کی محبتوں نے مجھ کم علم، ہیچ مداں کو اس عظیم علمی وفقہی سیمینار کی صدارت سپرد کرکے حوصلہ افزائی کے ساتھ ایک فقیر بے نوا کی افزائی فرمائی، جب کہ میں اس ذمہ دارانہ منصب کا قطعاً اہل نہیں۔ رب کریم ان تمام خوش اوقات حضرات کو دارین کی ابدی مسرتوں سے ہم کنار فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرات گرامی! خالق کائنات جل مجدہ نے ابتدائے آفرینش ہی میں اشرف المخلوقات انسان میں تفتیش وتحقیق اور تلاش وجستجو کا قیمتی جوہر ودیعت فرمادیا ہے، ساتھ ہی اس پیکرِ تلاش وجستجو کو باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے تعاون کا محتاج بھی بنایا ہے۔ اسی لیے جب ہم انسانی تاریخ کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے لے کر آج تک تحقیق وجستجو کا ایک متوازی سلسلہ انسانی معاشرے کے ساتھ اسی رفتار سے جاری و ساری ہے، جس رفتار سے انسان کا معاشرتی قافلہ رواں دواں ہے۔

حضرات محترم! قرآن حکیم نے انسانی معاشرے سے جڑے ہوئے افراد کو دو خانوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ ایک فریق "اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ" (عالموں کا) اور دوسرا گروہ "اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (غیر عالموں کا)۔ ارشادِ ربانی ہے۔"ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" پھر اہلِ علم کی بارگاہ میں غیر عالم کو نیاز مندانہ حاضر ہوکر اپنی بے خبری اور لاعلمی کا علاج کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ "فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" یعنی اے لوگو! اگر کسی چیز کا تمھیں علم نہیں تو علم والوں سے پوچھ لیا کرو۔

پوچھنے پوچھانے کا یہ سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے، چناں چہ انبیا ومرسلین علیہم السلام اور ان کے حوارین ومبلغین اپنے ماتحتوں کو شرعی احکام بتاتے چلے آئے ہیں۔ اس طرح سارے ہادی ورہ نما "مفتی" اور ان کے متبعین "مستفتی" نظر آرہے ہیں۔ اس لیے فقیہ اور مفتی کی حیثیت غیر فقیہ اور مستفتی سے ممتاز ہوتی ہے۔

حاضرین کرام! رسول اکرم سید عالم ﷺ کے زمانۂ خیر میں آپ کے ماننے والے حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والی تمام باتوں کو براہِ راست حضور اکرم سید عالم ﷺ سے دریافت کرکے اپنی تسلی کرلیا کرتے تھے، ان کو مزید کسی دوسرے کی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی۔ خیر القرون کے بعد کبار صحابۂ کرام مرجع افتا رہے، جنھوں نے مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست فیض حاصل کیا تھا، اس کے بعد تابعین وتبع تابعین کا دور شروع ہوا، جب کہ انسانی تمدن اور ضروریاتِ زندگی نے شاخ در شاخ ہوکر اپنا دائرہ بہت زیادہ وسیع بنالیا، جس کی وجہ سے نئے مسائل رونما ہونے لگے، جس نے دانش وران وقت کو اس جانب متوجہ کیا کہ اسلامی فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے۔ چناں چہ دوسری صدی ہجری سے اس کا باقاعدہ آغاز ہوگیا اور چوتھی صدی ہجری کے وسط تک یہ کام مختلف مراحل سے گزرتا ہوا تکمیل تک پہنچا، جس کی بہاریں ہر دارالافتا اور سیمینار میں نظر آرہی ہیں۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے، جو معجزۂ خیر الانام علیہ التحیہ والسلام کی صورت میں افقِ اسلام پر جلوہ گر ہوئی۔ سیدنا امام اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چالیس لائق وفائق تلامذہ کا ایک شرعی فقہی بورڈ بنا کر اس فن کی باضابطہ تدوین فرمائی، جو صبح قیامت تک تمام مسائل حیات کی تحقیق وتنقیح اور ان کے حل کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقت وانصاف پر مبنی یہ ارشاد فرمایا ہے: "الناس فی الفقیه عیال ابی حنیفة" یعنی فقہ میں تمام لوگ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے دست نگر ہیں۔ اسی تناظر میں علما نے یہ فرمایا:

"فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگائی، آپ کے شاگرد حضرت علقمہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سینچائی کی، حضرت امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، سیدنا امام حماد نے اس کی بھوسی اتار کر صفائی کی، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو باریک پیسا، سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو گوندھا اور سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی روٹیاں پکائیں، اب ساری امت انھیں روٹیوں سے اپنی علمی بھوک کو تسکین دے رہی ہے اور دیتی رہے گی۔"

اسی دور میں جب کہ فقہ کی باقاعدہ تدوین وترتیب عمل میں آئی، دنیا میں مختلف مذاہب پھیلے اور فقہی مباحث کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس طرح روایت ودرایت کی تنقید وتنقیح کی روشنی عام ہوتی گئی اور "اختلاف امتی رحمة" کا جلوہ ہر سو نظر آنے لگا۔ یہ برکتیں ہیں اس فقہی شرعی بورڈ اور سیمینار کی جس کو امام الائمہ سراج الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چالیس برگزیدہ تلامذہ پر مشتمل قائم فرمایا تھا، جس کے ماتحت اصول وفروع اور مسائل جدیدہ کی تحقیق وتفتیش ہوتی رہی۔

حضرات محترم! یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ہمارے اکابر نے اس دور میں شرعی مجلس مشاورت اور فقہی سیمینار کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس فرمایا، جب کہ مجتہد فی الشرع یعنی مجتہد مطلق، مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل جیسی عبقری شخصیتیں اپنی پوری علمی آن بان کے ساتھ موجود تھیں، تو پھر اس دور انحطاط میں اس قسم کے سیمینار کی کس قدر ضرورت اور اہمیت ہوگی، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، جب کہ ہم میں کوئی مجتہد فی المسائل تو درکنار صاحب تمیز بھی نہیں ملتا۔ یہ دور مقلدین محض کا دور ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں اس قسم کے سیمینار کا انعقاد صرف وقت کی عارضی ضرورت نہیں، بلکہ من جملہ فرائض اسلام ایک اہم فرض ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اس جانب پیش رفت کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، اس لیے اشرفیہ کے تمام ارباب حل وعقد اور اصحاب علم ودانش مبارک باد کے مستحق ہیں، جنھوں نے حالات کی نامساعدت اور وقت کے بدلتے ہوئے تیور کی پرواہ کیے بغیر جس طرح بھی ہو سکا افتاں وخیزاں جانب منزل اپنا سفر جاری رکھا۔ الحمدللہ! آج ان مخلصین کی ہمت مردانہ کی برکتیں ہیں کہ ان کا علمی رہوار اپنی جولان گاہ میں سرپٹ دوڑ رہا ہے، خدا اس کی تیز گامی کو برق رفتاری سے بدل دے۔ آمین۔

حضرات اس وقت میرے تصورات میں بانی الجامعۃ الاشرفیہ حضور حافظ ملت پروردۂ صدرالشریعہ سیدی سرکار علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگرد وعزیز میرے استاذ گرامی شارح بخاری حضور مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے نورانی چہرے پر تبسم ریزی کے جلوے بکھیر رہے ہیں اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کی روحانیت اپنے علمی جاہ وجلال کے ساتھ رونق بزم ہے۔

وہ تصور میں ہیں یادوں کی برات آئی ہے
کتنا پر کیف مرا عالم گویائی ہے

حضرات گرامی! ہمارے ہر دل عزیز رہ نما بے لوث مخلص وقائد عزیز ملت حضرت العلام مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور دام ظلہ علینا وعلیٰ سائر المسلمین، صدر العلما عمدۃ الفقہا مصباحی علی الاطلاق حضرت العلام مولانا محمد احمد مصباحی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ اور محقق مسائل جدیدہ، مجالس شرعیہ کے روح رواں حضرت العلام مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کا ہم غربائے اہل سنت پر علمی احسان ہے، جنھوں نے اس سیمینار کو اپنی حیات کا ایک اہم حصہ بنا لیا ہے، جس کے یے پورے سال فکرمند اور کوشاں رہتے ہیں، تب جا کر یہ علمی بہاریں ہم کو نظر آتی ہیں، چمنستان سیمینار کی یہ اٹھارہویں بہار ہے، جو "حرا" کے باوقار کمپلیکس میں دیکھی جا رہی ہے۔ رب کریم ان حضرات کو صحت وسلامتی کے ساتھ تادیر دین متین کی خدمات کا موقع فراہم فرمائے اور تمام اکابر واصاغر اہل سنت کی جانب سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آفت روزگار اور لوگوں کی نگاہ حسد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اخیر میں ان تمام مخلصین کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے الجامعۃ الاشرفیہ کے اس سالانہ فقہی سیمینار کے جملہ انتظامات واخراجات اپنے ذمے لے کر اسے ہر طرح کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مولا تعالیٰ ان کے اس جذبۂ خیر کو حسن نیت کے ساتھ سلامت رکھے۔ آمین۔

سب سے اخیر میں "خیر امت" جو سب سے اخیر میں بھیجی گئی ہے، اس کے خوش حال افراد جنھوں نے اس بزم نور میں بہ حیثیت مندوب تشریف ارزانی فرمائی ہے، ان مندوبین اور مفتیان کرام کی علمی وجاہتوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے، منتظمین کی طرف سے ان حضرات کی خدمات عالیہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب کریم ان علمائے کرام کی عمروں میں علمی اور اسلامی برکتیں عطا فرمائے اور ان کی سنجیدہ علمی تحقیقات کو امت کے مسائل کی گتھیاں سلجھانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم۔ ☆☆☆

خطبات

خطبۂ صدارت

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دام ظلہ

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

حضرات گرامی! حقیقۃً میں اس کا اہل نہیں کہ میں اس عظیم سیمینار کا صدر ہوسکوں، حاضر ہوا اور اچانک آپ نے حکم دے دیا ہے، چند کلمات عرض کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔

جہاں تک میرا اپنا مطالعہ رہنمائی کرتا ہے اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے، آپ کا یہ سیمینار جو ہر سال منعقد ہوتا ہے، فقہ کی تاریخ میں، تحقیق و ریسرچ کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے پہلے میرے مطالعے اور میری معلومات میں کوئی ایسا مجمع، کوئی ایسی اکیڈمی نہیں تھی جہاں اتنے علما بیٹھ کر کسی مسئلے پر غور کریں، دلائل فراہم کریں اور پھر اجتماعی نتیجے تک پہنچیں۔ خدائے وحدہ قدوس سیمینار کے اس سسٹم کو قیامت تک قائم رکھے۔ فقہ حنفی کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر دور کے لیے، ہر عصر کے لیے اور ہر زمانے کے لیے قابل عمل، لائق عمل اور قبولیت کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک مستشرق نے بہت پہلے کہا تھا کہ فقہ اسلامی میں قیاس اور اجتہاد یہ دو ایسے شعبے ہیں جس کی بنیاد پر یہ فقہ کبھی جامد نہیں ہوگی۔ یعنی ایک ایسا سیال فراہم کرتا رہے گا جو حیات انسانی کے لیے انتہائی شفا بخش اور انتہائی مفید ہے۔

اگر آپ فقہ اسلامی کی ارتقا کا جائزہ لیں تو اپنے ابتدائی دور سے لے کر آج تک ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کے تقاضے سامنے آئے، ضروریات سامنے آئیں اور اس کے بعد فقہا نے اپنے فیصلے دیے، لیکن ان ہزاروں مسائل میں جو فیصلے نافذ کیے گئے، جو فیصلے دیے گئے، جو فتاوے دیے گئے ان میں کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو قرآن و حدیث، اجماع و قیاس کی معیاروں سے الگ ہو۔ مسائل آج پیدا ہو رہے ہیں، ضروریات آج پیش آرہی ہیں، تقاضے آج جنم لے رہے ہیں، سوالات آج پیدا ہو رہے ہیں اور جواب ہمارے فقہا قرآن و حدیث سے، اجماع و قیاس سے ہر دور میں دیتے رہے ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں۔ یہ اسلام کی وہ خصوصیت ہے جو کہیں اور نہیں پائی جاتی۔ دنیا کے متمدن قوانین جو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تشکیل دیے جاتے ہیں، مقننہ کے ذریعہ سے، وہاں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ جیسے تقاضوں ہوں ان کے مطابق قدیم بنیادوں اور نظائر کو سامنے رکھ کر کے فیصلہ کیا جائے، وہاں تو ایسا نہیں ہوتا، بعض وقت تو انہیں مکمل طور پر تبدیل کرنا پڑتا ہے اپنے فیصلے کو اور اس کی کوئی نظیر ماضی میں نہیں ہوتی ہے، لیکن ہمارے یہاں یہ موجود ہے اور میں آپ کو جتنی مبارک باد پیش کروں، کم ہے، میں دعا کے قابل تو نہیں ہوں، لیکن دعا کے لیے یہ شرط نہیں ہے اس لیے میں دعا ہی کروں گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازے، مزید توانائیاں عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ حضرت مولانا نظام الدین صاحب کی نگرانی میں ہمیشہ چلتا رہے۔ بڑے احسانات ہیں، علمائے اہل سنت کے، الجامعۃ الاشرفیہ کے، آپ سب کے ملت اسلامیہ پر، آپ امید ہی نہیں بلکہ آخری امید ہیں، ملت اسلامیہ کی۔ آج ہماری زندگی جن مسائل سے دو چار ہے، جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اگر ہم نے ان میں صحیح فتاوے نہیں دیے تو نتیجے کے طور پر لوگ اپنے طور پر فیصلے کرنا شروع کر دیں گے اور جب اپنے طور پر فیصلے ہوں گے تو شدید اختلافات بھی ہوں گے، کمزوریاں بھی ہوں گی اور اس کے نتیجے میں

شریعت اسلامیہ کا صحیح مزاج دنیا کے سامنے پیش نہیں ہو سکے گا، اس لیے یہ اجتماعی فیصلے صحیح طور پر امت مسلمہ کے لیے بے پناہ مفید ہیں۔ انتہائی ضروری تھا کہ اس طرح کے ادارے قائم ہوں اور اس طرح کے سیمینارس ہمیشہ منعقد ہوتے رہیں۔

الحمدللہ آپ فیصلے فقہ حنفی کے مطابق کرتے ہیں اور یقینا جہاں ضرورت پڑتی ہوگی وہاں دوسری فقہ سے بھی استفادہ آپ نے کیا ہوگا اور آپ کریں گے، جیسا کہ اجازت ہے اور جیسا کہ ماضی میں بھی ہوتا آیا ہے، ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ، لیکن خود فقہ حنفی کے اندر جو استعداد ہے حالات کے تقاضوں کے مطابق مسائل کے جواب دینے کی، وہ بہ ظاہر کہیں اور نظر نہیں آتی، اس لیے کہ فقہ حنفی اپنے ابتدائی دور سے ارتقا کے دور تک اسلامی ممالک کے نظام کا حصہ رہی ہے۔ عراق میں حنبلیت زیادہ تھی، مگر جب ضرورت پیش آئی کہ وہاں کا قانون تشکیل دیا جائے تو فقہ حنفی کے مطابق دیا گیا، مصر میں شوافع زیادہ تھے، لیکن جب وہاں ضرورت پیش آئی کہ عائلی قوانین مصر میں نافذ کیے جائیں تو صلاح الدین ایوبی نے، خود شافعی ہیں، نور الدین زنگی شافعی تھے، مگر فقہ حنفی کو عائلی قانون کی حیثیت سے پیش کیا گیا، ہند و پاک برصغیر میں یقینی طور پر فقہ حنفی حکم راں رہی ہے اور اسی کے مطابق فیصلے ہوتے رہے ہیں، ترکی جو عربوں سے زیادہ قریب ہے اور اسپین سے زیادہ قریب ہے، وہاں فقہ حنفی نہیں تھی، مگر ترکی میں نظام مملکت جو چلتا رہا ہے فقہ حنفی کی بنیاد پر چلتا رہا ہے، ازبکستان ہے، تازکستان ہے، سمرقند و بخارا کی زمین ہے، وسط ایشیا کی ریاستیں ہیں، یہاں بھی فقہ حنفی ہی کا غلبہ رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے دور تشکیل میں فقہ حنفی میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقدس شخصیت کی بنیاد پر اس مملکت کے نظام کی تشکیل میں عظیم رول ادا کیا ہے جو دنیا کے بیش تر علاقوں پر اس زمانے میں غالب تھی، بغداد مقدس ہے اور چوں کہ نئے مسائل پیش آتے تھے، نئی قوموں سے معاملات ہوتے تھے، اس لیے یہ سارے مسائل اس دور میں تشکیل پا گئے اور آج بھی وہ ہمارے لیے بنیاد اور اساس کا کام دیتے ہیں اور یقینا آپ اس سے استفادہ فرماتے ہوں گے۔ پھر فقہ حنفی میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو یقینی طور پر شریعت کے بالکل عین مطابق ہیں اور اصول اربعہ اور ادلۂ اربعہ کے بالکل مطابق ہیں، ان کے ذریعہ سے ہمیشہ نئے مسائل پر روشنی پڑتی رہتی ہے اور نئے مسائل کے فیصلے میں یقینی طور پر جیسے مثال کے طور پر مسائل مرسلہ ہیں یا حربی کفیل وغیرہ کی باتیں ہیں عموم بلویٰ ہیں یا ان جیسی باتیں ہیں، ان کو بنیاد بنا کر پہلے بھی فیصلے کیے گئے ہیں آج بھی کیے جا رہے ہیں اور مستقبل میں بھی کیے جائیں گے ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ یہ ساری بنیادیں جو فراہم کی گئی ہیں، وہ اس لیے تاکہ کسی بھی دور میں کسی بھی مسئلے کے جواب میں دشواری پیش نہ آئے۔

آپ کے سیمینار سے پہلے جہاں تک میرا اپنا مطالعہ رہ نمائی کرتا ہے امام اہل سنت مجدد اعظم نے ایک فقہی بورڈ تشکیل دیا تھا جس میں صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، حضور مفتی اعظم بھی تھے اور دوسرے حضرات بھی تھے اور اس کے بعد جو کام ہو رہا ہے اتنے عظیم پیمانے پر اس سے یقینا حضور صدر الشریعہ کی روح، حضور اعلیٰ حضرت کی روح اور امام اعظم کی روح بھی خوش ہو رہی ہو گی اور دوسرے ائمۂ کرام بھی آپ کے اس کارنامے کی بنیاد پر آپ کی اس محنت کی بنیاد پر۔ صدیوں سے، فتاویٰ عالم گیری کے مرتبین کے دور سے ہمارا طرز عمل یہ رہا ہے کہ ایک سوال پوچھا گیا، ایک مفتی نے جواب دیا اور سب نے الجواب صحیح کہہ دیا، اس کے نتیجے میں بہت سی باتیں ایسی پیش آئیں جو بعد میں اختلافات کا ذریعہ بنیں۔ ایک فتویٰ ہے، دو سو مفتیان کرام الجواب صحیح کہہ رہے ہیں، حالاں کہ بہت سے لوگ اس فتویٰ کا مطالعہ بھی کر سکتے تھے، تحقیق بھی کر سکتے تھے، مگر ایسا نہیں ہوا، اس کے نتیجے میں کچھ خرابیاں معاشرے میں پیدا ہوئیں، اختلافات بھی ہوتے رہے، اگر کوئی اجتماعی بورڈ ہوتا، ایک جماعت فیصلہ کرتی اہل نظر کی، اہل فکر کی، اہل بصیرت کی، راسخین فی العلم کی تو یقینی طور پر یہ مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو کام یابی سے نوازے اور آپ کو ترقی عطا فرمائے۔ بس اتنی بات عرض کرنی تھی، اس کے لیے میں حاضر ہو گیا ہوں، پھر مجھے جانا ہے، صدر کو بیچ میں سے اٹھ کر نہیں جانا چاہیے، بے ادبی ہے، مگر الحمد للہ حضرت صدر المدرسین موجود ہیں مولانا محمد احمد صاحب قبلہ اور مولانا یٰسین اختر اور دوسرے ہمارے عظیم ساتھی موجود ہیں، یہ یقینا صدارت فرمائیں گے اور کام چلتا رہے گا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

خلاصۂ مقالات

اینیمیشن کا شرعی حکم

مولانا محمد ناصر حسین مصباحی

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اٹھارہویں فقہی سیمینار ۲۰۱۱ء کے منتخب موضوعات میں سے ایک "اینی میشن کا شرعی حکم" ہے۔ اس سے متعلق کل اکتیس مقالات مجلس شرعی کو موصول ہوئے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۲۰۲ رہے۔ سوال نامہ میں آٹھ سوالات قائم کیے گئے تھے، ہر سوال کے تحت جوابات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سوال (۱):

کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے: کہ کارٹون دو حال سے خالی نہیں۔ (۱) کارٹون سروالا ہے (۲) یا بغیر سر کے۔

ثانی کے بارے میں تمام مقالہ نگار حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ تصویر ممنوع نہیں۔ اکثر نے اس کی صراحت کی اور بعض نے صراحت تو نہ کی مگر ان کے طرز استدلال سے یہی ظاہر۔

اول کے بارے میں مقالہ نگار حضرات کے تین موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: سر اور چہرے والا کارٹون شرعاً تصویر ہے اور ممنوع ہے۔

اس موقف کے ہم نواؤں نے نصوص لغت وفقہ سے استدلال کیا جو یہ ہیں:

① التصویر: نقش صورة الأشياء أو الأشخاص على لوح أو حائط أو نحوها بالقلم أو بالفرجون أو بآلة التصوير. (المعجم الوسيط)

② الصورة الشكل و كل ما يصور مشبها بخلق الله من ذوات الأرواح وغيرها. (مرقاة المفاتيح، ج:٤، ص:٤٨٣/العناية بهامش فتح القدير ، ج:١، ص:٤٢٧/قواعد الفقه)

③ Animated Cartoon: الرسوم المتحركة، فيلم سينمائي مؤلف من سلسلة من الرسوم المتحركة كل منها مختلف اختلافا طفيفا عن الرسم الذي قبله والرسم الذي بعده و عند عرضه بسرعة معينة تبدو الصور كأنها تتحرك. (قاموس أطلس)

④ تصویر کا لغوی معنی صورت بنانا، مگر یہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں مستعمل ہے، مورت، شبیہ، روپ، فوٹو، نقش، نقشہ، بت۔ (غیاث اللغات، لغات کشوری، فرہنگ آصفیہ وغیرہ)

⑤ فتاوی رضویہ میں ہے:

اقول: دیگر اعضا وجمہور وجہ ورأس کے معنی میں نہیں اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں کہ چہرہ ہی تصویر جاندار میں اصل ہے، ولہٰذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا نام تصویر رکھا شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہنے اور بنانے والے بارہا اسی پر اقتصار کرتے ہیں ملوک نصاریٰ کہ سکہ میں اپنی تصویر چاہتے ہیں اکثر چہرہ تک رکھتے ہیں اور بے شک عامۂ مقاصد تصویر چہرے سے حاصل ہوتے ہیں۔ وانما الشیئ بمقاصدہ۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۸۰)

⑥ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

پھر صورت حیوانی کہا جانا اور اس کے لیے مرآۃ ملاحظہ ہونا دونوں کا مدار چہرے پر ہے، اگر چہرہ نہیں تو اسے صورت حیوانی نہ

کہا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴، ص ۶۳۵)

خلاصہ یہ کہ کارٹون کا چہرہ اگر اتنا واضح ہو کہ آنکھ، منہ، ناک وغیرہ ظاہر ہو تو وہ شرعا تصاویر ممنوعہ میں داخل ہے، کیوں کہ اس پر لغۃً و شرعًا دونوں اعتبار سے تصویر ہونا صادق ہے۔ بعض مقالہ نگار حضرات نے تو سیدھے سیدھے کہا کہ اگر کارٹون میں سر ہے تو تصویر ہے اور بعض نے اس کی تعبیر دوسرے طریقوں سے کی ہے۔ مگر سب کا حاصل یہی ہے۔

دوسرا موقف: کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر نہیں ہے۔

اِس موقف کے ہمنواؤں کا کہنا ہے:

① مولانا انور نظامی مصباحی عنایہ اور مرقاۃ المفاتیح کی مذکورہ بالا عبارتوں سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ان تعریفات سے ظاہر کہ ایسی شکل بنانا جو مخلوق خدا میں سے کسی کی طرح نہ ہو، تصویر نہیں کہی جائے گی۔ کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر کے حکم میں نہیں کہ وہ کسی مخلوق کی تصویر نہیں۔ (ص ۲)

② چوں کہ کتب لغات مثلاً فیروز اللغات میں کارٹون کا مفہوم مضحکہ خیز فرضی تصویر مکتوب ہے، اور عرف عام میں عوام الناس کے قلوب و اذہان میں یہ بات منقش ہے کہ کارٹون یہ ایک فرضی تصویر ہے۔ .... اور عام طریقے پر مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عموماً کارٹون جس شکل و صورت کا ہوتا ہے ظاہراً اس طرح نہ کوئی انسان پایا جاتا ہے اور نہ کوئی حیوان۔ لہٰذا کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر نہیں ہے۔ (مقالہ مولانا عبدالسلام رضوی مصباحی ص ۱)

③ سوال نامے میں کارٹون اور تصویر کے مذکورہ فرق کو تحریر کرنے کے بعد حضرت مفتی آل مصطفی مصباحی مزید دو فرق لکھتے ہیں:

(الف) کارٹون کی بگڑی ہوئی صورت کا بنیادی مقصد مضحکہ خیزی ہے جب کہ تصویر میں ایسا مقصد کارفرما نہیں ہوتا۔

(ب) مشرکین مخصوص تصاویر (مکمل تصاویر نہ کہ نصف اعلیٰ کی تصاویر) کی پوجا کرتے ہیں، جب کہ کارٹون کی پوجا نہیں کرتے۔ ان اقتباسات سے عیاں ہے کہ کارٹون تصویر کا مصداق نہیں بن سکتے، کیوں کہ اس پر تصویر کا مفہوم صادق نہیں۔

(پھر لغات کے چند نصوص، اور عنایہ و مرقاۃ المفاتیح کی عبارات سے تصویر کا مفہوم بیان کرنے کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

اگر اس کی حکایت محکی عنہ میں حیات کا پتہ دے، یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا ذوالتصویر زندہ کو دیکھ رہا ہے تو وہ تصویر ذی روح کی ہے۔ اور اگر حکایت حیات نہ کرے ناظر اس کے ملاحظہ سے جانے کہ یہ حی کی صورت نہیں، میت و بے روح کی ہے تو وہ تصویر غیر ذی روح کی ہے۔ (فتاوی رضویہ ۹/۵۰)

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ کارٹون تصویر کے معنی و مفہوم کا مصداق نہیں تو اسے تصویر کہنا عرف و لغت و شرع کے خلاف ہوگا۔ (مقالہ مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی ص ۱، ۲، ۳)۔

تیسرا موقف: سر اور چہرے والے بعض کارٹون تصویر ہیں بعض نہیں۔

اِس موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا ابرار احمد اعظمی مصباحی لکھتے ہیں:

فقہاے اسلام کے نزدیک "مضاهاة بخلق الله" اور تخلیق خداوندی سے مشابہت کی حرمت کے لیے مکمل ہیئت کذائیہ کے ساتھ اس جیسا وجود الخلقت جاندار کا نفس الامر میں ہونا ضروری ہے۔ معتمد الاحناف امام طحاوی رقم طراز ہیں:

لما أبيحت التماثيل بعد قطع رؤوسها الذي لو قطع من ذي الروح لم يبق، دلّ ذلك على إباحة تصوير ما لا روح له، وعلى خروج ما لا روح لمثله من الصور مما قد نهي عنه. (شرح معاني الآثار، ج ۲، ص ۳۰۵)

نقل و حکایات اور تشبیہ و مضاہاۃ کے لیے کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیے کہ اس جیسے چہرے والا جاندار نفس الامر میں وجود الخلقۃ ہو، ورنہ مضاہاۃ بخلق اللہ اور تخلیق خداوندی سے مشابہت کا کیا معنی؟

کچھ کارٹون کو تصویر ہونا چاہیے کچھ کو نہیں۔ جس کارٹون کا چہرہ دیکھنے سے بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کی اصل اور محکی عنہ نفس الامر میں اللہ عز وجل کی جاندار مخلوق نہیں ہے، اس پر حکم تصویر نہیں لگنا چاہیے۔ لأن التصوير هو الشيئ المصنوع مشبهاً بخلق من مخلوقات الله من ذوات الأرواح.

(مقالہ مولانا ابرار احمد اعظمی مصباحی ص ۱، ۲، ۳، و ص ۱۴)

پہلے موقف والے بعض حضرات نے موقف ثانی و ثالث والوں کے بعض دلائل کا جواب دیا ہے، چار جوابات خود راقم الحروف کے مقالے میں ہیں۔ یہاں چند جوابات لکھے جاتے ہیں:

اولا: عموماً کارٹون جس طرح کا ہوتا ہے خارج میں اس قسم کا انسان یا ذی روح کا ہونا حکم حرمت کے لیے ضروری نہیں۔ کیوں

کہ تصویر میں بس اتنا کافی ہے کہ وہ ذی روح کی ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

فاقول: و باللہ التوفیق تصویر میں حیات آپ تو کسی حالت میں نہیں ہوتی نہ وہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدار حیات کا استیعاب کرتی ہے عکسی میں تو ظاہر کہ اگر پورے قد کی بھی ہو تو صرف ایک طرف کی سطح بالا کا عکس لائے گی خول میں نصف جسم بھی ہوتا تو عادۃً حیات ناممکن ہوتی نہ کہ صرف نصف سطح اور بت میں بھی اندرونی اعضا مثل دل وجگر وعروق نہیں ہوتے اور ڈاکٹری کی ایک تصویر خاص لیجئے جس میں اندر باہر کے رگ پٹھے تک سب دکھائے جاتے ہیں تو رگوں میں خون کہاں سے آئے گا غرض تصویر کسی طرح استیعاب ما بہ الحیاۃ نہیں ہوسکتی۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴)

(یہ جزئیہ متعدد حضرات نے اپنے مقالہ میں نقل کیا)

ثانیا: ہندوستان کے ہندوؤں کی بنائی ہوئی مورتیوں کو دیکھیے جنھیں وہ دیوی دیوتا کی مورتیاں کہتے ہیں، بعض میں دس ہاتھ، بعض کے منہ میں ہاتھی کا سونڈ بنا ہوتا ہے اور پورا دھڑ انسانی صورت کا، اور بعض میں دس سر لگے ہوتے ہیں۔ بھلا کون ان کے بنانے کو جائز و درست کہہ سکتا ہے، حالاں کہ ویسی مخلوق خارج میں عموماً نہیں پائی جاتی۔ (یہ بات حضرت مولانا نظام الدین جمد اشاہی نے بھی لکھی)۔

ثالثا: سرجری والے ہسپتالوں میں چلے جائیے تو وہاں بہت سے ایسے انسان مل جاتے ہیں۔ جو غیر معتاد طریقے کے ہوتے ہیں، کسی کی ناک ٹیڑھی، کسی کا گال بھاری بھاری، لٹکے ہوئے، کسی کا ہونٹ خوب لٹکے ہوئے۔ کسی کا پیٹ بہت بڑا تو کسی کی پیٹھ میں اونٹ جیسی کوہان۔ ان سب کو سرجری کے ذریعہ ٹھیک ٹھاک بنایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ کارٹون جس طرح ہوتا ہے خارج میں ویسی مخلوق پائی ہی نہیں جاتی۔ ہاں عموماً نہیں پائی جاتی۔

(مقالہ راقم الحروف ص ۳)

رابعاً: اہل لغت کے نزدیک کارٹون تصویر ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ کارٹون خاص ہے اور تصویر عام۔

(مقالہ مولانا ابرار احمد امجدی ص ۱)

سوال (۲)

کارٹون اور تصویر حکم شرعی کے لحاظ سے یکساں ہیں یا دونوں کے احکام میں کچھ فرق ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے پانچ موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: کارٹون اور تصویر حکم شرعی کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

اِس موقف کے ہم نواؤں کا کہنا یہ ہے کہ اگر کارٹون میں سر اور چہرہ ہو اور اعضاے حیوانی کی نقل و حکایت کرے تو تصویر اور کارٹون میں حکم شرعی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

دوسرا موقف: کارٹون اور تصویر دونوں کا حکم شرعًا الگ الگ ہے۔

اِس موقف کے اثبات میں بنیادی دلیل یہ دی گئی کہ کارٹون مقصد، ہیئت اور عرف کے اعتبار سے تصویر سے الگ شی ہے، لہٰذا شرعی اعتبار سے وہ تصویر ممنوع نہیں۔

تیسرا موقف: نماز سے متعلق احکام میں کارٹون اور تصویر جدا جدا ہیں۔ بنانے میں دونوں کا حکم ایک۔

(۱) اس موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت مولانا نصر اللہ رضوی لکھتے ہیں:

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں:

جب کہ علتِ کراہت، تشبّہ عبادت ہے خاص ہو یا عام، تو ضرور ہے کہ وہ تصویر جنس ما یعبدہ المشرکون سے ہو کہ جسے مشرکین پوجتے ہی نہیں وہ بت کے حکم میں نہیں کہ اس کے بروجہ تعظیم رکھنے یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں معاذ اللہ عبادت بت سے تشبہ ہو، ولہٰذا جا بجا کراہت کو عبادت اور اس کے عدم کو عدم سے تعلیل فرماتے ہیں کہ یہ مشرک اس کی عبادت نہیں کرتے، لہٰذا کراہت نہیں۔ (فتاوی رضویہ)

آگے لکھتے ہیں: تو کارٹون تو ایسی چیز نہیں جس کی مشرکین عبادت کرتے ہوں یا کارٹونی شکل کا کوئی ایسا جانور یا انسان نہیں جس کی وہ پوجا کرتے ہوں۔ ہاں بعض کارٹونوں میں اصل سے کچھ مشابہت پائی جاتی ہے تو یہ ناقص مشابہت ہوئی۔ اور بڑی اور چہرہ دار تصویروں میں سب کچھ موجود تو حکم یکساں ہرگز نہیں ہوسکتا۔

(مقالہ مولانا نصر اللہ رضوی، ص: ۴)

چوتھا موقف:

الف: کارٹون اشد حرام ہے۔

اِس موقف سے متعلق حضرت مولانا منظور احمد خاں عزیزی لکھتے ہیں:

کارٹون اور متحرک تصویر دونوں اشد حرام ہیں۔ اس لیے کہ کسی کے چہرے کو بگاڑ کر تصویر بنانا شرعی طور پر یہ ایک فعل مذموم ہے، شریعت اس کی اجازت قطعاً نہیں دیتی، حضور سید کائنات ﷺ نے کفار و مشرکین کے اجسام خبیثہ کو بھی مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے، چہ جائے کہ کسی زندہ شخص کے تصویری خاکہ کو بگاڑ کر کچھ لوگوں کی دل چسپی کا سامان کیا جائے۔ کارٹون کی دوسری نوعیت جو تصویر بالحرکت ہوتی ہے اس میں بھی شدت تحریم کی صورت نظر آتی ہے۔ (مقالہ مولانا منظور احمد خاں عزیزی، ص:۱)

اسی طرح حضرت مولانا عارف اللہ مصباحی نے بھی لکھا۔

ب: کارٹون متحرک ہو تو راقم الحروف بھی اسے اشد حرام قرار دیتا ہے کیوں کہ اِس میں تخلیق خداوندی سے مشابہت زیادہ ہے۔

پانچواں موقف: تصویر اشد حرام۔ جب کہ کارٹون کی حرمت اخف۔ اِس موقف پر یہ دلیل دی گئی کہ کارٹون میں تخلیق خداوندی سے مشابہت بہت خفیف ہے، اور اِس کی حرمت بھی منصوص نہیں۔

سوال (۳)

ذی روح کی تصویر بنانے کی حرمت احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ جاندار کی تصویر رکھنے اور دیکھنے دکھانے، نیز بیچنے خریدنے کی حرمت کس حدیث یا نص فقہی سے ثابت ہے؟ اور ان سب کی حرمت ایک ہی درجہ کی ہے یا ان میں کچھ تفاوت ہے؟

اس سوال میں تین باتوں کی حرمت پر نص مطلوب ہے۔ تصویر رکھنا، دیکھنا دکھانا، خرید و فروخت کرنا۔ مگر تینوں باتوں کی حرمت پر مقالہ نگار حضرات متفق نہیں ہیں، اس لیے ہر ایک کی تفصیل، موقف اور دلائل کے ساتھ درج ذیل ہے۔

① **تصویر رکھنا:** رکھنا تین صورتوں میں جائز جن کا ذکر فتاوی رضویہ کے حوالے سے آرہا ہے، اِس کے علاوہ صورتوں میں حرام۔ اِس پر سب کا اتفاق ہے۔

جو نصوص مقالہ نگار حضرات کی طرف سے پیش کیے گئے وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) وہ نصوص جو خاص کسی ایک کی حرمت سے متعلق ہیں۔

(۲) وہ نصوص جو بالعموم سب سے متعلق ہیں۔ نصوص یہ ہیں:

❊ تصویر کا گھروں میں ہونا مانع دخول ملائکہ ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما علمت أن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صور. (متفق عليه، صحيح البخاری: ۳۲۶۰)

❊ تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے بلکہ غیر محل اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام و مانع دخول ملائکۂ رحمت ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۷۷)

❊ (تصویر) رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے: ایک یہ کہ چہرہ کاٹ دیا ہو یا بگاڑ دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا کی تفصیل نظر نہ آئے۔ تیسرے یہ کہ خواری وذلت کی جگہ پڑی ہو جیسے فرش پا انداز میں ورنہ رکھنا بھی حرام۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴)

تصویر رکھنے کی حرمت سے متعلق زیادہ تر مقالہ نگاروں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے رسالہ عطایا القدیر نیز فتاوی رضویہ کی عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جا بجا یہ صراحت کی کہ تصویر رکھنا حرام ہے۔

② **دیکھنا، دکھانا:** اِس سے متعلق دو موقف ہیں:

پہلا موقف: تصویر کا دیکھنا جائز ہے۔

دلائل یہ ہیں:

دیکھنا حرام ہے، مگر اِس زمانے میں بر بنائے حاجت دیکھنے کی اجازت ہے۔ (مولانا عبد الغفار اعظمی، ص ۲)

حضرت مولانا انور نظامی مصباحی اور مفتی مولانا آل مصطفی مصباحی تصویر دیکھنے دکھانے کو اِس شرط کے ساتھ جائز بتاتے ہیں کہ شہوت یا لہو ولعب کے طور پر نہ ہو یا فتح باب فتنہ نہ ہو۔

مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

اولاً: رویت الی التصویر (تصویر دیکھنے) کی ممانعت و حرمت پر نہ تو کوئی نص شرعی (قرآن و احادیث، و آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) معلوم کہ جس میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہو، اور نہ ہی امام الائمہ سراج الامہ ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

منقول۔ متون و شروح فتاوی کی کتابیں کھنگال ڈالیے اس کی ممانعت کا کوئی سراغ نہ ملے گا۔ تو بتقاضاے الأصل في الأشياء إباحة حکم جواز باقی رہے گا۔

ثانیاً: تصویر موضع اہانت میں ہو یا چھوٹی ہو تو اسے رکھ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اور یہ گھر میں مانعِ دخول ملائکہ بھی نہیں۔ کما فی رد المحتار و الفتح و المنح و البحر وغیرھا من الکتب الفقھیة۔ اور ظاہر ہے کہ جب تصویر کو رکھ چھوڑے گا اور گھر میں آنا جانا لگا رہے گا۔ تو تصویر پر نظر کا پڑنا اور اُس پر نظر کا بار بار پڑنا لازمی امر ہے۔ کہیں اُس کی مخالفت منقول نہیں۔ بلکہ رکھ چھوڑنے کی اجازت ہے، صاف ظاہر ہے کہ اُسے دیکھنے کی اجازت ہے، ورنہ حکم ہوتا کہ ایسی تصاویر کو نکال باہر کرنا لازم ہے تاکہ اُس پر نظر نہ پڑے۔

ثالثاً: تصویر دیکھنے کو ناجائز وگناہ قرار دینے میں تفسیق امت لازم آئے گی، فی زمانا صورت حال یہ ہے کہ عوام وخواص سبھی تصویر دار اخبار، رسائل، پاسپورٹ براے حج فرض ونفل، وتبلیغی اسفار، زمینی کاغذات، لغت کی کتابیں دیکھتے پڑھتے اور ملاحظہ کرتے ہیں، اور ایسا حکم دینا بہت سخت اور جرأت کی بات ہوگی۔ اِس سے علما نے منع فرمایا۔ (مقالہ مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی ص ۱۳۸)

مذکورہ شرطوں کے ساتھ تصویر دیکھنے کے جواز پر موصوف نے اپنے مقالے میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، چھ وجہوں سے تصویر کے دیکھنے دِکھانے کا جواز ثابت کیا ہے جن میں تین تو یہی جو مذکور ہوئیں، اور باقی احادیث وآثار اور فقہ کی روشنی میں بڑی تفصیلی ہیں، جو اُن کے مقالہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوسرا موقف: تصویر کا بروجہ اعزاز دیکھنا دِکھانا جائز نہیں ہے۔ یہ موقف اکثر مقالہ نگاروں کا ہے۔

تصویر دیکھنے کی حرمت سے متعلق ایسا صریح نص جو قطعی طور پر دیکھنے کی حرمت پر دال ہو مقالات میں موجود نہیں، البتہ کچھ عمومی دلائل سے اس کی حرمت پر استدلال کیا گیا، وہ عمومی دلائل بیچنے خریدنے کے تحت آرہے ہیں۔

(۳) **بیچنا، خریدنا:** اِس میں تین موقف ہیں: (۱) جواز (۲) مشروط جواز (۳) عدم جواز۔

پہلا موقف: جاندار کی تصویر کی خرید وفروخت جائز ہے۔ دلائل یہ ہیں:

✽ سوال نامے میں ہے: عن أبي یوسف : یجوز بیع اللعبة ، وأن یلعب به الصبیان .

✽ عن سالم بن عبد اللہ بن عمر قال : أرسلني النبي ﷺ إلی عمر بحلّةٍ حریر أو سیراء فرآھا علیه فقال : إني لم أرسل بھا إلیك لتلبسھا ، إنما یلبسھا من لا خلاق له ، إنما بعثت إلیك لتستمتع بھا یعني تبیعھا .

✽ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی گڑیاں خرید کر لائی گئی تھیں اور حضور ﷺ نے منع نہ فرمایا۔

دوسرا موقف: تصویر کی خرید وفروخت مشروط طور پر جائز ہے۔

یہ موقف رکھنے والوں نے مختلف شرطیں ذکر کی ہیں:

(۱) مولانا انور نظامی مصباحی عدم تعظیم کی شرط کے ساتھ تصویر کی بیع درست قرار دیتے ہیں، اُن کا کہنا ہے: عدم اکرام کی صورت میں تصویر کی بیع درست ہے۔ (مقالہ مولانا انور نظامی مصباحی ص ۴۷)

(۲) تصویر کا بلا حاجت وضرورت رکھنا حرام ہے اور اگر حاجت یا ضرورت ہو یا تصویر بالتبع ہو مثلاً اخبار وغیرہ خریدنا بیچنا تو اس کی اجازت ہے۔ (مقالہ مولانا محمود علی مشاہدی، ص ۲)

اِسی طرح مولانا کہف الوری مصباحی نے بھی لکھا۔

تیسرا موقف: تصویر کی خرید وفروخت حرام ہے۔

اِس موقف کے دلائل یہ ہیں:

✽ یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اُسے خریدنا، کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۳، ص ۴۶۴)

✽ تبیین الحقائق میں ہے:

لما أن الشرع أمر بإھانتھا و في تملکھا بالعقد مقصوداً إعزاز لھا فکان باطلاً .

(ج: ٤، ص: ٤٤ باب البیع الفاسد)

✽ فإن البأس في اتخاذہ و اشترائه فإذا عدما لم یبق إلا إعدامه وھو مطلوب لا مھروب.

(فتاوی رضویہ ج ۲۴، ص ۵۶۱)

✽ اور اُس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں، یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں جو تصویر دار کپڑے بنائے بیچے اس کی گواہی مردود ہے:

في الهندية عن المحيط عن الأقضية إذا كان الرجل يبيع الثياب المصورة أو ينسجها لا تقبل شهادته .

(فتاوی رضویہ ج ۲۴، ص ۱۲۱)

تصویر رکھنے، دیکھنے دِکھانے، اور خرید و فروخت میں سے ہرایک کے عدم جواز سے تعلق رکھنے والے دلائل:

❊ تصویر رکھنے، دیکھنے، دکھانے اور خرید وفروخت کرنے میں اثم وعدوان پر مدد کرنا ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إنّ الله شديد العقاب. [المائدة:الآية:٢]

❊ قال الزهري : النهي في الصورة على العموم و كذلك استعمال ما هي فيه .

(شرح صحيح مسلم، ج:٢، ص:١٩٩)

❊ علامہ ابن حجر شافعی کی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

إنّ الوعيد إذا حصل لصانعها (أي الصورة) فهو حاصل لمستعملها ؛ لأنها لا تصنع إلّا لتستعمل فالصّانع متسبب والمستعمل مباشر فيكون أولى بالوعيد. (فتح الباري لابن حجر)

❊ إذا ثبت الشيء ثبت بلوازمه، کے قاعدے سے تصویر رکھنا، دیکھنا، دِکھانا اور خرید وفروخت کرنا سب ناجائز ہے۔

❊ رکھنا دیکھنا دِکھانا وغیرہ سب دواعی حرام ہیں۔ (عام مقالات)

❊ جن احادیث سے بنانے کی حرمت ثابت انھیں سے رکھنے دیکھنے، دکھانے نیز خرید و فروخت کی حرمت بطریق اقتضاء النص ودلالۃ النص ثابت ہے۔

(مقالہ مولانا عالمگیر رضوی ص ۵)

مذکورہ امور کی حرمت میں تفاوت یا عدم تفاوت:

اکثر مقالہ نگاروں نے اِس حصے کے جواب میں سکوت فرمایا۔ اور لکھنے والوں میں سے بعض حضرات نے تصویر بنانے کو اشد حرام کہا اور رکھنے، دیکھنے دِکھانے، نیز خرید وفروخت کی حرمت کو اخف۔ بعض حضرات نے بنانے کی حرمت کو قطعی اور دیگر کی حرمت کو ظنی کہا۔ بعض حضرات نے تصویر بنانے اور رکھنے کی حرمت کو احادیث سے ثابت مانا، اور دیکھنے دِکھانے نیز خریدنے بیچنے کی حرمت کو نصوص فقہیہ سے۔ اور بعض حضرات نے صرف اتنا کہا کہ تمام تصاویر کی حرمت ایک جیسی نہیں۔ بعض نے تصویر بنانا حرام اور رکھنے دیکھنے دِکھانے وغیرہ کو مکروہ لکھا۔

سوال (۴)

اینیمیشن کا پڑھنا، پڑھانا اور اس کو تعلیم کا ذریعہ بنانا کیسا ہے؟

اِس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات تین موقف رکھتے ہیں: (۱) عدم جواز (۲) مشروط جواز (۳) پڑھنا پڑھانا ناجائز اور شعبۂ طب میں ذریعۂ تعلیم بنانا جائز۔

پہلا موقف عدم جواز کا۔

اِس موقف پر اِس طرح سے استدلال کیا گیا ہے:

❊ اینیمیشن پڑھنا، پڑھانا یا ذریعۂ تعلیم بنانا حرام یا مفضی الی الحرام ہے۔ (عام مقالات)

❊ اِس میں اعانت علی المعصیۃ ہے۔ (عام مقالات)

❊ اگر اس کا تعلق حیوانات کی تصاویر سے ہے تو اس کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت نہ ہوگی کہ حرام کی تعلیم و تعلم جائز نہیں۔

(مقالہ مولانا ناصرالوری قادری ص ۵)

❊ اینیمیشن طلسم سے مشابہت رکھتا ہے۔ بلکہ طلسم سے بھی بڑھ کر ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الأسفار، اور طلسم تصویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام۔ ج ۹، ص ۱۳۶۔

(مقالہ مولانا عبدالغفار اعظمی ص ۳)

❊ تعلیم و تعلم اور ذریعۂ تعلیم بنانے میں مصلحت و مفسدہ دونوں ہیں اور مشاہدہ یہی ہے کہ عوام الناس میں جہاں دونوں ہوں وہاں مفسدہ غالب ہوا کرتا ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: درء المفاسد أولى من جلب المصالح۔ (مقالہ مولانا شبیر احمد برگدہی ص ۵)

❊ یہ عمل بسا اوقات اعزاز تصویر کا باعث ہوگا۔ مثال کے طور پر جب لوگ اُس تصویر کے ذریعہ نماز کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کی تعلیم حاصل کریں گے۔ یا طریقۂ حج سیکھیں گے یا کتابت یا اصلاح و تربیت کا درس لیں گے تو اُن لوگوں کے دل میں

اس تصویر کی وقعت وعظمت پیدا ہوگی۔

(مقالہ مولانا نظام الدین مصباحی ص ۲)

بعض حضرات نے یہ بھی صراحت کی کہ اگر اینیمیشن کا تعلق غیر ذی روح کی تصویر سے ہو تو اُس کا پڑھنا پڑھانا اور ذریعۂ تعلیم بنانا جائز ہے۔

دوسرا موقف مشروط جواز کا۔ مگر اس موقف کے حامیوں کے نزدیک شرطیں ایک نہیں، بلکہ الگ الگ ہیں۔

مولانا عبد السلام رضوی اور مولانا مسیح احمد قادری کے نزدیک ضرورت شرعیہ کا تحقق شرط ہے، مولانا عالمگیر مصباحی، مولانا مفتی معراج القادری اور مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی کے نزدیک تحقق حاجت چاہیے، اور مولانا فضل رسول مصباحی کے نزدیک "تصویر کا سر بریدہ، یا اتنی چھوٹی ہونا کہ اعضا کی تفصیل نظر نہ آئے" شرط ہے۔

مولانا ابرار احمد اعظمی- جلال پور، نے یہ رقم کیا:

اگر اینیمیشن سے ایسی تعلیم و تربیت وابستہ ہے جس سے کسی مصلحتِ ضروریہ یا حاجیہ کی تکمیل ہوتی ہو تو ایسی صورت میں اینیمیٹیڈ تصاویر کے استعمال میں رخصت ہونی چاہیے۔ آج کے اس دور میں کمپیوٹر کے استعمال اور نیٹ پر کسی ویب سائٹ کو وزٹ کرنے کے لیے جابجا تصویروں کے استعمال میں ابتلاے عام ہے۔ تصویروں والا اخبار ہاتھوں میں بلند کر کے یا بلند مقام پر رکھ کر پڑھنے میں ابتلاے عام ہے۔ درس نظامی میں شامل بعض درسی تصویر والی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے میں ابتلاے عام ہے، یوں ہی پرچون کی دوکان، یونانی دواخانے، میڈیکل اسٹور، جنرل اسٹور، اور تجارت سے تعلق رکھنے والی بیشتر دوکانوں میں تصویر والے ساز و سامان سجا کر بلند مقام پر رکھنے میں تاجروں کا ابتلاے عام ہے، جب کہ مذکورہ بالا سبھی صورتوں میں ظاہرًا تعظیم تصویر موجود ہے۔

(مقالہ مولانا ابرار اعظمی ص ۱۶)

تیسرا موقف: اینیمیشن کا پڑھنا پڑھانا تو ناجائز ہے، مگر شعبۂ طب میں آپریشن یا سرجری کی تعلیم کا ذریعہ بنانا بر بنائے حاجت جائز ہے۔

اِس موقف کے ہم نواؤں کا کہنا یہ ہے کہ شعبۂ طب میں اس کی حاجت ہے، کیوں کہ اُس میں طلبہ کو عملی طور پر علاج و معالجہ کا طریقہ سکھانے کے لیے کبھی تو کسی حقیقی مریض کی ستر وغیرہ کو آپریشن کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے، کبھی چیر پھاڑ کے پریکٹیکل کے لیے کسی جاندار کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اور اینیمیشن کے ذریعہ اِن محظورات سے بچا جاسکتا ہے، اور یہ اُن کے مقابلے میں اھون بھی ہے۔ فقہ کا قاعدہ ہے: من ابتلي ببليتين فليختر أهونهما۔

سوال (۵)

ڈیجیٹل نظام کے تحت کمپیوٹر سے تصاویر یا کارٹون بنانے اور ان کو متحرک کرنے کا کیا حکم ہے؟

اِس سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات دو موقف کے حامل نظر آئے:

پہلا موقف: تصویر بنانا اور ساکن تصویر کو متحرک کرنا، ناجائز ہے۔ اور کارٹون بنانا جائز ہے۔

اِس موقف کی دلیل یہ ہے:

* کارٹون کسی جاندار کی تصویر نہیں، اور ساکن تصویر کو متحرک کرنا جس سے اُس کے چلنے پھرنے یا دیگر افعال کے انجام دینے کا اظہار ہو یہ جائز نہیں ہے، اِس لیے کہ اِس میں دھوکا ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے: من غشنا فليس منا۔

(مقالہ مولانا انور نظامی مصباحی)

دوسرا موقف: تصویر اور کارٹون بنانا نیز اُن کو متحرک کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ موقف اکثر مقالہ نگار حضرات کا ہے۔ مقالہ نگاروں میں مولانا محسن رضا ہادی نے سکوت اختیار کیا لیکن ان کے مقالے سے عدم جواز کا پتہ چلتا ہے۔ کارٹون اور تصویر بنانے کی حرمت سے متعلق دلائل تو ماسبق میں مذکور ہوئے، البتہ اُن کو متحرک کرنے کی حرمت پر مذکورہ دلائل کے ساتھ ساتھ چند یہ ہیں:

* تصویر کے حرام ہونے کی علت مضاھاۃ لخلق اللہ ہے، تصویر کو متحرک کر دینے کی صورت میں یہ علت بدرجۂ اتم پائی جائے گی۔ یعنی تخلیق خداوندی کی مشابہت میں مزید اضافہ ہوگا جو اِس کی حرمت کو مزید قوت دے گا۔

* متحرک کرنے کی صورت میں حرام کی طرف رغبت اور شوق بڑھانا ہے۔

سوال (۶)

اسلامی اخلاق وآداب اور اسلام کے فرائض وواجبات کی تعلیم

دینے والی کارٹونی یا تصویری فلموں کی خرید وفروخت کرنا اور ان کو دیکھنا کیسا ہے؟ اِس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات الگ الگ دو موقف کے حامل نظر آئے۔(۱) عدم جواز (۲) مشروط جواز۔

پہلا موقف : مذکورہ فلموں کی خرید وفروخت کرنا اور اُن کو دیکھنا جائز نہیں۔

اِس موقف پر اِس طرح سے استدلال کیا گیا:

❊ غرض صحیح کے چار درجے ہیں: ضرورت ، حاجت ، منفعت ، زینت۔ گائے اگر درجۂ سوم میں ہے لوگ تصویر کو درجۂ چہارم میں رکھتے ہیں تو بے غرض یہ بھی نہیں۔ مع ہذا اور اغراض بھی تصویر میں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً معرکۂ جہاد کی تصویر جس میں اللہ عزّ وجل نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا ہو کہ اُس کے مشاہدہ سے مسلمانوں کی عزت کفار کی ذلت کا سماں نظر آئے گا۔ نعمت الٰہی کی یاد ہوگی۔ اُن بندگانِ خدا کی طرح دین کے لیے جاں فشانی کا شوق پیدا ہوگا۔ الی غیر ذلک من المصالح۔ حالاں کہ ان نیتوں سے اُس کا رکھنا حرام وناجائز ہی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ ص۵۹)

❊ مقاصد مذکورہ کے لیے تصاویر حیوانیہ کا دیکھنا دکھانا بروجہِ اکرام ہوگا اور کسی بھی حیوانی تصویر کا بروجہِ اکرام رکھنا، دیکھنا جائز نہیں۔

دوسرا موقف : مذکورہ فلموں کی خرید وفروخت کرنا اور اُن کو دیکھنا بوجہ حاجت یا ضرورت جائز ہے۔

اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا عبدالغفار اعظمی لکھتے ہیں:

گم راہ اور باطل فرقوں نے اپنے ٹی وی چینلوں کے ذریعہ امت مسلمہ کو گمراہ کرنا شروع کردیا ہے۔ اسلام اور درس حدیث کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں اپنے کفری عقائد اور باطل خیالات ونظریات پیوست کررہے ہیں۔ ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ امت کو گم راہی سے بچانے، ان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور صحیح طور طریقے سے آگاہ کرنے کے لیے جدید اصلاحی وتبلیغی امور کی اجازت دی جائے۔ ان کے ذریعہ مسلمانوں کا دین وایمان بچاتے ہوئے انھیں صحیح اسلامی عقائد وتعلیمات سے روشناس کرایا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اعلائے کلمۃ اللہ میں تین صورتیں ہیں: اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمھارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے، آ کر ہمیں مسلمان کرلو تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لیے فرض نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہوتا ہے۔

حدیقہ ندیہ بحث آفات الید میں ہے:

لو قال ذمي للمسلم اعرض علي الإسلام يقطع و إن كان في الفرض. كذا في خزانة الفتاوى.

یا وہاں کچھ کفار اسلام کی طرف مائل ہیں کوئی ہدایت کرنے والا ہو تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔ فإن الظن الغالب ملتحق باليقين بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہیے کہ ایسی حالت میں تاخیر جائز نہیں کیا معلوم کہ دیر میں شیطان راہ مار دے اور یہ مستعدی جاتی رہے۔ (جلد نہم نصف دوم ص۱۹۸) (مقالہ مولانا عبدالغفار اعظمی ص ۴)

تیسرا موقف : مذکورہ فلموں کی خرید وفروخت اور اُن کا دیکھنا جائز ہے بشرطے کہ دیگر محظورات سے پاک ہوں۔

یہ موقف رکھنے والوں نے فقہاے مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کی اُن عبارات سے استدلال کیا ہے، جن میں انھوں نے تعلیم وتعلّم یا تربیت کی غرض سے گڑیا کی تصویر سازی اور خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے۔ اور مذہب حنفی کی اُن عبارات سے بھی استدلال کیا جن میں بچوں کے لیے کھلونے خریدنے کی اجازت کا ذکر ہے۔

سوال (۷)

بچوں کے لیے اینیمیٹڈ گیم اور کھلونوں کا کیا حکم ہے جب کہ بعض گیم اور کھلونے ذہنی صلاحیت بڑھانے کے لیے ہوتے ہیں؟

اِس سوال کے جواب میں حسب ذیل تین موقف ہیں:

پہلا موقف : بچوں کا اینیمیٹڈ گیم اور اینیمیٹڈ کھلونوں سے کھیلنا جائز ہے۔

اِس موقف پر اس طرح سے استدلال کیا گیا:

❊ تصاویر کے کھلونوں سے کھیلنا حکم تصویر سے مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ سوال نامہ میں مذکور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت۔

❊ تصویر رکھنے اور اُس کی طرف دیکھنے کی حرمت اسی وقت ہے جب بروجہ اکرام واعزاز ہو، اور کھلونے بروجہ اکرام نہیں رکھے جاتے اور نہ بروجہ اکرام انھیں دیکھا جاتا ہے۔

❊ بچے غیر مکلف ہیں اور تصاویر سے کھیلنے میں تصاویر کی

اہانت ہے۔

دوسرا موقف: بچوں کو مذکورہ کھلونوں سے کھیلنا مشروط طور پر جائز ہے۔

اِس موقف کے حوالے سے لکھتے ہوئے مولانا شبیر احمد مصباحی نے جواز کی شرط یہ بتائی کہ وہ کھلونے تصاویر سے خالی ہوں اور ساتھ ہی تضییع اوقات بھی نہ ہو۔مولانا قاضی فضل احمد مصباحی نے یہ شرط رقم کی کہ بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اِن حضرات کے دلائل وہی ہیں جو پہلے موقف والوں کے ہیں۔

تیسرا موقف: بچوں کے لیے مذکورہ کھلونوں سے کھیلنا جائز نہیں ہے۔ یہ موقف اکثر حضرات کا ہے۔ دلائل یہ ہیں:

❊ اگر چہ بعض گیم ذہنی صلاحیت بڑھانے میں معاون و مددگار ثابت ہوں پھر بھی اِس کی اجازت نہیں۔ کہ اجازت دینا مفاسد کا دروازہ کھولنا ہے۔ شریعت کا قاعدہ ہے: درء المفاسد أولیٰ من جلب المنافع.

❊ گڑیوں کے ساتھ اینیمیٹڈ کھلونوں کا الحاق صحیح نہیں کیوں کہ گڑیاں حدیث عائشہ کے سبب تصویر منہی عنہ سے مستثنیٰ ہیں۔ بچوں کے کھلونے مخرب الاخلاق نہیں ہوتے، بلکہ اُن سے اُن کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ یعنی گڑیوں سے کھیلنے میں فائدہ ہے نقصان کچھ بھی نہیں اور اینیمیٹڈ گیم میں فائدہ معمولی اور نقصان زیادہ ہے اِس لیے اِن کھلونوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(مقالہ مولانا شمشاد احمد مصباحی، ص: ۳)

❊ اینیمیٹڈ گیم میں وقت کی بربادی اور ضیاع ہے، یہ چیز اُن کی تعلیم و تربیت کے منافی ہے، بسا اوقات انجام سے غافل ہو کر گیم میں اِس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ انھیں تعلیم کی کوئی فکر نہیں ہوتی اور نماز و دیگر فرائض سے یکسر غافل رہتے ہیں۔ معروف کھیل شطرنج جس میں بہت حد تک جنگی تدابیر کا علم اور ان کی مشاقی ہوتی ہے پھر بھی اس کی اجازت ہمارے فقہاے احناف نے نہ دی۔

(مقالہ مولانا ناصر رالوری قادری ص ۶)

❊ عام طور پر اِن کھیلوں میں ہار اور جیت یعنی جوئے کا طریقہ ہوتا ہے، اِن میں ذہنی تکان کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ اور اِن میں تصاویر کا استخفاف اور اہانت بھی نہیں ہو سکتی ہے۔ الکٹرانک اینیمیٹڈ گیم سے کھیلنے کی اجازت دینا نئی نسل کو عملی اور فکری طور سے مفلوج بنانا اور ان کو ان کے فرائض منصبی سے ہٹا کر اُن فضول و بے مقصد کاموں میں لگانا ہے جن میں منہمک ہو کر وہ دین و دنیا دونوں میں غفلت کے شکار ہوں گے۔ (مقالہ راقم الحروف ص ۹)

❊ مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

قال ابن الملك: قيل عدم إنكاره ﷺ على لعبها بالصورة و إبقائها في بيتها دال على أن ذلك قبل التحريم إياها أو يقال لعب الصغار مظنة الاستخفاف. (مرقاۃ المفاتیح، ج:٦، ص:٢٧٥)

سوال (۸)

تاریخ سے واقفیت اور سبق حاصل کرنے کے لیے اسلامی فتوحات، غزوات، اسلامی واقعات اور اخلاقی قصوں، کہانیوں کے اینیمیٹڈ تصویری یا کارٹونی پروگرام، یا فلیش بچوں کا دیکھنا کیسا ہے؟

اِس سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات کے تین موقف سامنے آئے۔ (۱) جواز (۲) مشروط جواز (۳) عدم جواز۔

پہلا موقف جواز کا ہے:

اِس موقف کے حامیوں کا کہنا ہے کہ جب بچوں کا تصاویر والی گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مذکور ہے، تو تاریخ سے واقفیت اور سبق حاصل کرنے کے لیے سوال میں مذکورہ چیزوں کا دیکھنا تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

دوسرا موقف: مذکورہ اشیا کو دیکھنا مختلف شرائط و قیود کے ساتھ جائز ہے۔

یہ موقف رکھنے والوں نے درج ذیل قیود و شرائط بیان کیے:

❊ (مذکورہ فلمیں) اگر منہیات شرعیہ سے پاک ہوں اور تصاویر کی تعظیم نہ ہو، تو دیکھنا جائز ہونا چاہیے۔

(مقالہ مولانا انور نظامی مصباحی ص ۲۶)

مولانا شبیر احمد مصباحی، برگدہی، نے بھی یہ شرط ذکر کی۔

❊ محدود طریقے پر اجازت دی جائے۔ إنما الضرورات تبيح المحظورات۔ (مولانا عبد السلام رضوی مصباحی ص ۴)

تیسرا موقف: مذکورہ فلموں اور فلیش کا بچوں کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ موقف اکثر مقالہ نگار حضرات کا ہے۔

دلائل یہ ہیں:

❊ دفع مفسدہ جلب منفعت پر مقدم ہے۔ درء المفاسد أولی من جلب المصالح۔

❊ مذکورہ فلموں یا فلکیش میں جو فرضی یا وہمی تصاویر بچوں کے ذہن و دماغ میں راسخ ہو جائیں گی وہ اُسی ہیولی کے ساتھ غازیانِ اسلام کا تصور کریں گے، یعنی غازیانِ اسلام اُن کے ذہن و دماغ میں فرضی اور وہمی ہوں گے۔ بنسبت مثبت کے منفی نتائج زیادہ برآمد ہوں گے۔(مقالہ مولانا منظور احمد خاں عزیزی ص ۲)

❊ ان فلموں میں جو تصاویر دکھائی گئی ہیں اُن سے فاتحین اسلام کا استہزا و تمسخر ہوتا ہے، بعض فلموں میں اسلامی غزوات کے تعلق سے جو جھوٹی تصاویر پیش کی گئی ہیں، وہ نہایت شرمناک ہیں، (بعض تصاویر بے ریش، اور بعض خشخشی داڑھی والی، بعض منحوس شکل کی اور بعض مضحکہ خیز کارٹون۔ راقم الحروف) جن کا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، انھیں دیکھ کر بچوں کے دلوں میں صحابۂ کرام کی عقیدت و احترام کے بجائے بداعتقادی اور اُن معظمین کی توہین و استخفاف شان کا جذبہ بیدار ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔(مقالہ مولانا صدر الوری قادری ص ۶)

❊ اسلامی غزوات، فتوحات اور اسلامی واقعات پر مشتمل جتنی بھی اینیمیٹڈ فلمیں ہیں اُن میں شاید باید ایک فیصد ایسی فلم مل جائے جو عورت اور میوزک سے خالی ہو، واقعہ یہ ہے کہ عموماً غزوات اور واقعات وغیرہ کی حکایت کرنے والی فلمیں محظورات سے قطعی خالی نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ دِینی پروگرام گمراہی پھیلانے کا ایک مستقل ذریعہ ہیں، شیعہ، مرزائی، ملحد، کمیونسٹ اور ناپختہ علم لوگ ان دِینی پروگراموں کو بناتے ہیں اور اناپ شناپ جوان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں۔ اسلام کے حسین چہرے کو مسخ کیا جاتا ہے۔ اسلام اپنی اشاعت و سربلندی کے لئے ان شیطانی آلات کا منّت کش نہیں ہے، جن میں نہ حلال و حرام کی تمیز ہو، نہ مرد و زن کے حدود ہوں، نہ نیکی و بدی کا تصوّر ہو۔ اُن مقدس ہستیوں کے مقدس بزرگانہ تصور کو مٹا کر ایک فلمی ہیرو کی شکل میں لایا جاتا ہے۔

دشمن ممالک کے لوگوں کو ناچتے ہوئے اور لڑکیوں کے ساتھ شہوت انگیز انداز میں عیش کرتے ہوئے اِس طور پر دکھایا جاتا ہے کہ عین موقع پر اسلامی فوجیں پہنچ جاتی ہیں۔ بسا اوقات کسی صحابی کو کسی لڑکی پر عاشق بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ دشمن ملک کی لڑکی سے پیار کے نتیجے میں دشمن ملک فتح ہو گیا۔ معاذ اللہ، نعوذ باللہ من ذلک۔ یعنی جس طرح اردو ناولوں میں مقدس غزوات و فتوحات کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے اُسی طرح یہاں بھی فلمی متحرک تصاویر کے ذریعہ اُسی کی نقل و حکایت کی جاتی ہے۔ اِن فلموں کی قباحت بیان کی جائے تو دفتر کا دفتر درکار ہوگا۔ یہ اینیمیٹڈ فلمیں بے پناہ برائیوں، غلط مناظر، اور جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہیں اِن سے الامان الامان۔(مقالہ راقم الحروف ص ۱۰)

مقالہ نگاروں نے مسئلے کے حل کے لیے گو بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے پھر بھی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں بہت سے امور تنقیح طلب ہیں جو یہ ہیں:

تنقیح طلب امور

(۱) کیا کارٹون اور تصویر دونوں کا مقصد الگ الگ ہے، بالفرض اگر کارٹون کا مقصد تصویر سے علیحدہ ہو تو کیا اُس کو تصویر کے حکم سے خارج کیا جائے گا؟

(۲) کیا تصویر کو دیکھنا دِکھانا جائز ہے، کیا اِس کی حرمت پر کوئی نص شرعی یا فقہی ہے؟

(۳) تصویر میں ابتلاے ناس کی وجہ سے کیا فرائض و واجبات کی تعلیم حاصل کرنا تصاویر کے ذریعہ جائز ہے؟

(۴) اخبار، اور ہندی، انگریزی یا عربی ادب اور لغات کی کتابوں، نیز تصاویر والے عربی ماہناموں کی خریداری کیا حاجت کی وجہ سے جائز ہے؟ اگر ہے تو کیا یہ حاجت فرائض و واجبات کی تعلیم میں پائی جاتی ہے؟

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
امبیڈکر نگر میں
مولانا محمد اسرائیل مصباحی
مدرسہ ندائے حق، دلال ٹولہ، جلال پور، امبیڈکر نگر، یو، پی
مہراج گنج میں
مولانا قاری محمد اقبال صاحب
مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم، نچلول بازار، مہراج گنج، یو، پی

برقی کتابوں کی خرید و فروخت اسلامی نقطۂ نظر سے

مولانا نفیس احمد مصباحی

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے اٹھارہویں فقہی سیمینار میں بحث و مذاکرہ کے لیے جن چار موضوعات کا انتخاب ہوا تھا، ان میں ایک اہم موضوع ہے "برقی کتابوں کی خرید و فروخت اسلامی نقطۂ نظر سے"۔ اس موضوع سے متعلق انتالیس مقالات مجلس کو موصول ہوئے، جو ملک کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے علماے کرام و مفتیانِ عظام کی فکری کاوشوں کا نتیجہ ہیں، ذیل میں انھیں مقالات کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس موضوع سے متعلق سوال نامہ کی ترتیب مفتی محمد ناصر حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ نے کی ہے، موصوف نے موضوع کے تعلق سے ضروری معلومات فراہم کرنے کے بعد درج ذیل پانچ سوالات مندوبین کرام کی خدمت میں پیش کیے ہیں:

(۱) مخصوص شعاعوں کی بیع صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شے جو بلا واسطہ موجود، مُشاہَد اور مقدور التسلیم نہ ہو، لیکن بالواسطہ موجود، مُشاہَد اور مقدور التسلیم ہو، اس کی بیع و شرا کا کیا حکم ہے؟

(۳) برقی کتابوں کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

(۴) بصورتِ عدمِ جواز برقی کتابوں کو بالعوض حاصل کرنے کا حیلہ کیا ہے؟

(۵) برقی کتابیں اگر سی ڈی، یا ڈی وی ڈی میں محفوظ ہوں تو ان کی خرید و فروخت کا حکم کیا ہے؟

جوابات سوال (۱)

پہلے سوال کے جواب مین درج ذیل چار موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: یہ ہے کہ مخصوص شعاعوں کی بیع صحیح نہیں۔ یہ موقف ۱۴؍علماے کرام کا ہے، اس کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ بیع "مبادلۃ المالِ بالمالِ بالتراضی" کا نام ہے، اور شعاعیں مال نہیں ہیں، اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مال کے لیے عین اور مادی ہونا ضروری ہے، اور یہ عین اور مادّی چیز نہیں ہیں، کیوں کہ اعیان اور مادّی اشیا قائم بالذات ہوتی ہیں۔ اور یہ قائم بالغیر ہیں۔ اس کا ثبوت درج ذیل عبارات و جزئیات سے ہوتا ہے۔

✷ المال عين يمكن إحرازها و إمساكها.

(فتح القدير، ج:٦، ص:٣٩٣، باب البيع الفاسد)

✷ والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذالُ، فيخرُجُ ماليس بمالٍ كحبّة من نحو شعير وكفّ تراب و شربة ماء كما يَخرُجُ الميتةُ والدم.

(مجمع الأنهر، ج:٣، ص:٤)

✷ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

والمال مَا يَتَمَوَّلُ أَوْ يُدَّخَرُ لوقت الحاجة، وهو خاصٌّ بالأعيان. (ص:٣٨٩)

✷ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقدِ بیع، اعیان پر وارد ہوتا ہے، یوں ہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے...... عین: اشیاے قائمہ بالذات کو کہتے ہیں اور منفعت معانی حاصلہ فی الغیر کو، عین، امورِ محسوسہ کی جنس سے ہے اور منفعت معنیٔ معقول، عین کو چند زمانے تک بقا ہے اور منفعت ہر آن متجدّد ہے۔"

(ج:۸، ص:۱۸۷، رسالہ اجود القریٰ لطالب الصحۃ فی اجارۃ القُریٰ)

دوسری وجہ یہ ہے کہ مال کے لیے ضروری ہے کہ وقتِ حاجت کے لیے اسے جمع کیا جا سکے، جب کہ ان شعاعوں کو وقتِ حاجت کے لیے جمع نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ جمع تو جوہر کو کیا جاتا ہے عرض کو نہیں۔ علامہ تفتازانی نے انھیں عرض قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

أمّا الأعراضُ فبعضُها حادثٌ بالمشاهدة كالحركةِ بعد السكون، والضوءِ بعد الظلمة.

(شرح عقائد نسفی، ص:۲۳)

دوسری دلیل: یہ ہے کہ بیع کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مبیع موجود ہو، اور یہاں عقدِ بیع کے وقت شعاعیں موجود نہیں ہوتیں، بدائع الصنائع میں ہے:

ومنها أن يكون موجودا فلا ينعقد بيعُ المعدوم وما لَه خَطَرُ العدم. (ج:٤، ص:٣٢٦)

تیسری دلیل: یہ ہے کہ بیع کے صحیح ہونے کے لیے ثمن اور مبیع دونوں کی مقدار کا جاننا ضروری ہے، اور یہاں شعاعوں کی مقدار کی معرفت دشوار ہے۔ تنویر الابصار اور درِ مختار میں ہے:

وشُرِطَ لصحّته معرفةُ قدرِ مبيعٍ وثمن.

(ج:٧، ص:١٨)

چوتھی دلیل: یہ ہے کہ بیع کے وجود یا صحت کے لیے ضروری ہے کہ بیع کے وقت بائع، مبیع کو مشتری کے حوالے کر سکتا ہو، اور شعاعوں میں یہ ممکن نہیں۔

پانچویں دلیل: یہ ہے کہ خاص شعاعوں کی بیع کے باطل ہونے کی صراحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرّہ نے اپنے ایک فتوے میں کر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

أقول: الإيجابُ حدثٌ لا بُدَّله من محلٍّ كالضرب لا وجودَ له بدون مَضروبٍ، فإذا انعدم المحلّ بتطرّقِ الخلل وجبَ انعدامُ الركنين لانعدام ما يتعلّقان به، ألاترى أنَّ مَنْ قَالَ: بعتُكَ نجومَ السّماءِ و أمواجَ الهواءِ، و أشِعَّةَ الضياءِ، وقال الآخر: اشتريتُ لم يُفهَمْ هٰذا إيجابًا ولا قبولًا في الشرع.

(فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج:۱۷، ص:۱٤۳)

دوسرا موقف: یہ ہے کہ یہ معاملہ بیع نہیں، بلکہ اجارہ ہے، یہ موقف صراحت کے ساتھ مولانا شبیر عالم مصباحی، دھرول، گجرات نے اپنے مقالہ میں اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ عقد اجارہ ہے، ناشر اجیر مشترک اور محصّل مستاجر ہے۔ یہ معاملہ بیع نہیں، کیوں کہ برق اور شعاعیں اعیان اور مادیات کی قبیل سے نہیں، اعراض ہیں، لیکن انٹرنیٹ کی مارکیٹ میں اسے بیع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اجارہ "بیع المنفعۃ" کا ہی نام ہے، خود اہلِ مدینہ اجارہ کو بیع کہتے تھے، بدائع الصنائع میں ہے:

الإجارة بيع المنفعة لغةً، ولهذا سمّاها أهلُ المدينةِ بيعًا، وأرادوا به بيع المنفعة. (ج:٤، ص:٢٥٦)

تیسرا موقف: یہ ہے کہ ظاہر مذہب پر تو یہ شعاعیں مال نہیں ہیں، کیوں کہ مال کے لیے عین اور مادّی ہونا ضروری ہے، اس لیے ان کی خرید و فروخت صحیح نہیں، لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ پر یہ مال ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک مال کے لیے مادّی ہونا ضروری نہیں، ان کے یہاں مال کی تعریف ہے: "ہر وہ چیز جس کا آدمی مالک ہو" جامع الرموز میں علامہ قُہستانی لکھتے ہیں:

"المال: ما ملكتَه من كل شيءٍ، كما في القاموس، وكذا في المغرب على ما رُوِيَ عن محمد."

(جامع الرموز المعروف بقهستاني، ج:۲، ص:۲)

اور چوں کہ برقی شعاعوں کی خرید و فروخت کے معاملہ میں اسبابِ ستہ میں سے دو سبب پائے جا رہے ہیں۔ [۱] تعاملِ ناس۔ [۲] حاجتِ شرعیہ۔ اس لیے ظاہر مذہب کو چھوڑ کر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایتِ نادرہ کو اختیار کرتے ہوئے یہ مال کے زمرے میں داخل ہیں، اور ان کی بیع و شرا جائز اور درست ہے۔ یہ موقف ۱۰/ علمائے کرام کا ہے۔

مفتی محمد ناصر حسین مصباحی نے اس موضوع پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے تفصیلی مقالہ لکھا ہے جو فل اسکیپ سائز کے ۱۳/ صفحات کو حاوی ہے۔ اس میں سات بحثیں اور ایک خاتمہ ہے۔ تیسری بحث میں برقی کتابوں کے مال یا منفعت ہونے کا تجزیہ کیا ہے، اور تفسیر روح المعانی اور التحریر والتنویر لابن عاشور (ج:۵، ص:۲۰۲) کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ "شعاع" ایک کیفیت کا نام ہے جو عرض ہے، جوہر نہیں، اور پھر تفسیر روح المعانی (ج:۷، ص:۷۲، ۷۳)، تفسیر کبیر (ج:۸، ص:۲۲۵) اور تفسیر خازن (ج:۳، ص:۳۷۸) کے حوالے سے لکھا ہے کہ "علامہ آلوسی، امام

فخر الدین رازی، امام ابن عاشور وغیرہ متعدد مفسّرین نے شعاع کے جوہر یا جسم ہونے کی نفی کی ہے، اور صاف کہا ہے کہ شعاع کے جسم یا جوہر ہونے کا قول باطل ہے۔" پھر پانچویں بحث میں لکھا ہے کہ امام محمد کی روایتِ نادرہ کی بنیاد پر انھیں مال قرار دیا جائے تو ان کی بیع بطور استصناع درست ہوسکتی ہے، اور یہ بیع بطور استصناع ہی ہوتی ہے کہ پہلے ہی اشتہار کے طور پر ان کا حجم، صفحات اور دیگر متعلقہ معلومات کی تفصیل شائع کر دی جاتی ہے۔

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب برقی شعاعوں اور کتابوں کی بیع وشرا میں تعامل اور عرفِ عام کی صراحت کرنے کے بعد حاجتِ شرعیہ کے تحقق کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"بلکہ غور فرمایئے تو حاجتِ شرعیہ کا تحقق بھی ہے، کیوں کہ موجودہ کاغذی کتابیں گراں ہونے کی وجہ سے خریدنے کی استطاعت ہر ایک کو نہیں، جب کہ وہ ان کے مطالعہ کے محتاج ہیں، اور اپنی یہ حاجت معمولی رقم کے صرفہ سے وہ الیکٹرانک بک خرید کر پوری کر سکتے ہیں، اور حاجت بجائے خود ایک مستقل سبب ہے جو وجہِ جوازِ بیع ہے، البتہ خریدار کو یہ ہدایت لازماً کی جائے گی کہ وہ برقی آلات مثلاً لیپ ٹاپ یا کمپیوٹر وغیرہ حاصل کرنے کے بعد ہی الیکٹرانک بک اور مخصوص شعاعوں کو خریدے، تاکہ وہ موجود ہونے کے ساتھ ساتھ مقدور التسلیم بھی ہو سکے۔"

مولانا ابرار اعظمی صاحب نے امام محمد علیہ الرحمہ کی روایتِ نادرہ کے علاوہ صاحبِ بدائع الصنائع علامہ کاسانی کی ذکر کردہ تعریف یا مذہبِ شافعی کی جانب عدول کو بھی اس کا حل بتایا ہے۔

چوتھا موقف: یہ ہے کہ برقی شعاعیں مال ہیں، اور ظاہر مذہب کے اعتبار سے مال کی پوری حقیقت اور اوصاف وشرائط اس میں پائے جاتے ہیں، اس لیے ان کی خرید وفروخت جائز ودرست ہے۔ یہ موقف ۱۲ رعلماے کرام ومفتیانِ عظام کا ہے۔

مفتی بدر عالم مصباحی اور مولانا دست گیر عالم مصباحی کا کہنا ہے کہ ظاہر الروایہ میں معتبر مال کی تعریف میں "عین" کی قید اتفاقی اور اس زمانے کے ساتھ خاص ہے جب اعراض کو جمع کرنے کا لوگ تصور نہیں کر سکتے تھے، یہی اشارہ اس تعریف سے بھی ملتا ہے جو حضرت صدر الشریعہ نے بہارِ شریعت میں کی ہے۔ عین کے ساتھ تخصیص، منصوصاتِ شرعیہ میں سے نہیں ہے۔ مولانا دست گیر عالم مصباحی نے یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبِ جامع الرموز علامہ قہستانی نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول تعریف ذکر کرنے کے بعد یہ صراحت بھی فرمائی:

"وفيه إشعار بأنّ المنفعة مال، والتحقيق على ما في الأصول أنها ليست بمال؛ فإنّه مَا يُدَّخَرُ لوقتِ الحاجة." (ج:۲،ص:۲)

اس عبارت میں انھوں نے منفعت کے مال سے خارج ہونے کی وجہ یہ نہیں بتائی کہ "وہ عین نہیں ہے" بلکہ اس کی وجہ یہ بتائی کہ "منفعت کو وقتِ حاجت کے لیے جمع نہیں کیا جا سکتا، اس لیے وہ ظاہر الروایہ میں مال نہیں"۔

مولانا نصر اللہ رضوی صاحب "مخصوص شعاعوں" پر گفتگو کرنے کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں: "مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ شعاعیں وہ شفّاف جوہر لطیف ہیں جو موجود فی الخارج، مقدور التسلیم اور قابلِ رویت بھی ہوتی ہیں، اور سائنسی ترقی کے بعد ان میں مالیت اور تقوّم بھی پیدا ہو چکا ہے، وہ یقیناً مبیع بننے اور بنائے جانے کے لائق ہیں اور مال کی پہلی مشہور تعریف کے تحت داخل ہیں۔"

مولانا محمد صدر الوریٰ قادری صاحب مال کی مختلف تعریفوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اگر [مال کی تعریف میں] "عین" کی قید لازمی احترازی ہوتی تو مقامِ تعریف میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مال کا عین ہونا ضروری نہیں۔"

پھر آگے لکھا ہے کہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ مال ہونے کے لیے عین اور جوہر ہونا ضروری ہے تو ان پر عین اور جوہر کی بھی تعریف صادق آتی ہے۔ اس لیے موصوف نے شرح ہدایۃ الحکمۃ (ص:۸۵، فصل فی العرض والجوہر) کی عبارت سے جوہر وعرض کی تحقیق پیش کرنے کے بعد اپنے مدّعا کو ثابت کیا ہے۔

ناظمِ مجلسِ شرعی حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب نے اس موضوع پر بہت تفصیلی اور تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا ہے جو فل اسکیپ سائز کے سولہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، آپ نے لکھا ہے:

"شعاعوں کی بیع جائز وصحیح ہے، خواہ وہ برقی شعاعیں ہوں، یا شمسی اور برق خواہ قدرتی ہو یا مصنوعی، ہر حال میں ان کی خرید و

فروخت جائز ہے کیوں کہ شعاعیں جواہر واَعیان کے قبیل سے ہیں، اور مالِ متقوم ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ برقی شعاعیں برق سے اور شمسی شعاعیں شمس سے پھوٹتی ہیں، اور ان کا وجود اصالۃً برق وشمس کی ذات سے ہی پایا جاتا ہے، مگر اس کی وجہ سے یہ برق اور شمس کے تابع نہ ہوئیں اور نہ ہی عرض ہوگئیں، کیوں کہ یہ (شعاعیں) ان کے اجزا کی حیثیت سے ان کے اندر جلوہ فگن ہوتی ہیں، اور اجزا کا ذاتِ شے میں مستقل وجود ہوتا ہے، جیسے دودھ جانوروں کے تھن سے، گھی دودھ سے، جوس پھلوں سے، ماءاللحم گوشت سے، تیل مختلف قسم کے پھلوں، پھولوں اور دانوں سے کشید ہوتا ہے، مگر یہ ان اشیا کے تابع اور عرض نہیں، بلکہ ان کے اجزا ہیں، جن کا مستقل وجود ہے، تو معلوم ہوا کہ برق وشمس سے شعاعیں پھوٹنا ان کے عرض ہونے کی دلیل نہیں، ہاں صرف اس قدر سے ان کا مال اور جوہر ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ہم بعونہٖ تعالیٰ اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ شعاعوں کے لیے جسامت اور وزن ثابت ہو تو ان کا مال ہونا بھی ثابت ہوجائے گا۔"

اس کے بعد آپ نے "ایجادات کی کہانی" (ص:٦٢) اور "بایوگیس پلانٹ" (ص:٢٨) کی عبارتوں کے حوالے سے ثابت کیا کہ برقی اور شمسی شعاعوں میں جسامت اور وزن دونوں چیزیں ہوتی ہیں اور شمسی شعاعوں کے نکلنے سے سورج کا وزن کم ہوتا ہے، اور یہ دونوں امور عین اور مادّہ کے اوصاف ہیں، پہلے زمانے میں برق اور برقی شعاعوں کو محفوظ کرنے کے لیے کوئی ظرف نہیں تھا، اس لیے یہ ناقابلِ تسلیم و تسلّم تھیں، لیکن اِس زمانے میں جدید سائنس کے اکتشافات سے ایسے ظروف ایجاد ہوگئے ہیں جن میں برق اور برقی و شمسی شعاعوں کو محفوظ کرلیا جاتا ہے، اس لیے ان کا تسلیم و تسلم ممکن، بلکہ واقع ہے۔

پھر آپ نے رد المحتار (ج:٤،ص:٣) کی تین عبارتیں پیش کرنے کے بعد لکھا ہے: ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مال وہ چیز ہے جو انسانی مصالح کے لیے پیدا کی گئی ہو، اس کی طرف انسان کی طبیعت مائل ہو۔ وقت حاجت کے لیے اس کی ذخیرہ اندوزی ممکن ہو، اور اپنے اختیار سے اس میں تصرف کیا جاسکے کہ چاہیں تو اسے خرچ کریں اور چاہیں تو نہ خرچ کریں۔ مال کی تعریف ان چار اوصاف سے کی گئی ہے اور برقی شعاعوں میں یہ چاروں اوصاف یقیناً موجود ہیں۔

پھر آپ نے آگے لکھا ہے کہ "شمشی شعاعوں کے تعلق سے جدید سائنس کے اکتشاف کے پہلے اہلِ علم کے درمیان یہ اختلاف پایا جاتا تھا کہ یہ جسم ہیں یا کیف اور عرض؟ اور تفسیر روح المعانی (ج:٧،ص:٢٧، ٣٧) کی یہ عبارت پیش کی ہے:

من الناس من زعم أنّه (أي الشعاع) أجسامٌ صِغَارٌ تنفصل عن المضي و تتصل بالمستضيء و هو باطلٌ .... لأنّ الشمس إذا طلعت من الأفق يَسْتَبِيْنُ وجهُ الأرضِ كلُّه دفعةً، و من البعيد أن تنتقل تلك الأجزاءُ من الفلكِ الرابعِ إلى وجه الأرضِ في تلك اللحظةِ اللطيفة، سيما والخرقُ على الفلك محالٌ عندهم. اھ. ملتقطاً.

پھر اس پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا: "یہ دلیل بہت ضعیف ہے، کیوں کہ سورج کی شعاعیں زمین پر اتر چکی ہیں، اس لیے قلیل وقفہ میں وہ روے زمین پر پھیل کر اسے منوّر کردیتی ہیں، اور فلک کا خرق والتیام اہلِ حق کے نزدیک محال نہیں، ممکن ہے۔"

اس کے بعد برقی شعاعوں کی نظیر کے طور پر گیس اور ہوا کو پیش کیا کہ یہ چیزیں پہلے انسان کے کنٹرول سے باہر تھیں، اور جب سے ان کو کنٹرول کرنے کے لیے ظروف ایجاد ہوئے، انسان اپنے اختیار سے ان میں تصرف کرتا ہے، جس سے ان کا عین، مادّی اور جسم ہونا واضح ہے اور یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ سب مال ہیں، اور ان کی خرید وفروخت جائز اور درست ہے۔

پھر آپ نے اس بیع وشرا پر فقہی نقطۂ نظر سے ایک اشکال پیش کرنے کے بعد اس کا جواب بڑی وضاحت کے ساتھ دیا ہے، اشکال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کمپیوٹر کے اجزا اور ان کے نظامِ کار کی تفصیل سے یہ امر بخوبی عیاں ہوکر سامنے آجاتا ہے کہ پبلشر کے ذریعہ جو برقی کتاب خریدی جاتی ہے اس کا برقی چارج یا برقی کوڈ ہمارے کمپیوٹر کی میموری میں محفوظ ہوتا ہے، پھر وہ پروسیس ہوکر بامعنی معلومات یا کتاب کی شکل میں ہمیں مانیٹر پر نظر آتا ہے، الغرض پبلشر کی جانب سے ہمیں کتاب نہیں ملی، بلکہ کتاب کا برقی کوڈ اور برقی چارج ملا، اس سے معلوم ہوا کہ برقی شعاعیں گو مال ہوں، مگر جو مال ہم پبلشر سے خرید رہے ہیں، وہ ہمیں نہیں مل رہا ہے، بلکہ اس کی جگہ ڈیجیٹل نظام کے تحت برقی چارج مل رہا ہے، جو بلاشبہہ مطلوبہ کتاب نہیں

ہے،بلفظِ دیگر خریداری کے اس سسٹم میں تسلیم مبیع ممکن نہیں۔"

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پبلشر نے جب اپنے پاس ورڈ سے خریدار کو آگاہ کر دیا اور اس نے اسے استعمال کر کے اس کا کتب خانہ کھولا تو اوّل اوّل مطلوبہ کتاب ہی ہمارے کمپیوٹر کے سامنے آتی ہے، جسے اِن پُٹ آلات، برقی ہیئت میں تبدیل کر دیتے ہیں، خریدار کو اس سے کیا غرض کہ کمپیوٹر اندر اندر کیا کیا کارروائی کرتا ہے، اس کا مقصود ہے اپنے مانیٹر پر کتاب کو پڑھنا اور اس کا پرنٹ نکالنا، اور یہ کام آناً فاناً ہو جاتا ہے، اور کمپیوٹر کی اس کارروائی کا کبھی کسی کو احساس تک نہیں ہوتا۔ اسے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے کسی تیل کمپنی سے ایک من کڑوا تیل خریدا، اس نے فوراً مشین چالو کی، اور اس میں کئی من سرسوں کے دانے ڈال دیے، پھر مشین نے اسے مختلف مراحل سے گزار کر پیور تیل آپ کے برتن میں جمع کر دیا۔ آپ کا مقصود حاصل ہے، اور بیع بلا شبہہ تام ہے۔ اس طرح کی مثال دوسری بہت سی چیزوں کے ذریعہ بھی دی جا سکتی ہے، مثلاً گیہوں اور آٹا، گھی اور بالائی، مسمی اور جوس وغیرہ۔

عرفاً یہ سب کو معلوم ہے کہ خرید و فروخت کے اس سسٹم میں عین کتاب نہیں خریدی بیچی جاتی، بلکہ مثل کتاب ہی خریدی بیچی جاتی ہے، اور یہ بلا شبہہ مثلِ کتاب ہے، جیسے کسی تاجر نے چند کتابیں دیکھ کر مصنف کو آرڈر دے دیا اور مصنف نے وہ کتابیں چھپوا کر تاجر کے حوالے کر دیں، تو اس بیع کے جواز میں کسی کو شبہہ نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ بلا شبہہ مثل کتاب کی خرید و فروخت ہے، اسی طرح یہ بھی مثلِ کتاب کی خرید و فروخت ہے اور جائز ہے۔"

جوابات سوال (۲)

دوسرا سوال یہ تھا کہ جو چیز بالواسطہ موجود، مشاہد اور مقدور التسلیم ہو اس کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں علمائے کرام کے تین نظریات ہیں:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ ایسی چیزوں کی بیع ناجائز ہے۔ یہ نظریہ پانچ علمائے کرام کا ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) ایسی چیزیں مال نہیں لہٰذا قابلِ بیع نہیں۔

(ب) یہ محض اعراض ہیں، اعیان نہیں، نہ حقیقۃً، نہ حکماً، اس لیے بیع کی حقیقت ہی نہیں پائی گئی۔

مولانا محمد کہف الوریٰ صاحب لکھتے ہیں کہ ایسی چیزوں کی بیع اصل مذہب کے اعتبار سے ناجائز ہے، لیکن تعامل اور حاجتِ شرعیہ کی وجہ سے جائز ہے۔

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ واسطہ کے ساتھ ایسی چیزوں کی بیع جائز ہے، مستقل طور پر ناجائز ہے۔ یہ نظریہ ۶/علمائے کرام کا ہے۔

ان حضرات کی دلیلوں کا حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں بالواسطہ موجود، مشاہد، اور مقدور التسلیم ہوتی ہیں، وہ وصف اور عرض کے درجہ میں ہوتی ہیں، اور وصف کی بیع، موصوف کے بغیر اور عرض کی بیع جوہر کے بغیر جائز نہیں کہ وہ علاحدہ رہتے ہوئے مال ہی نہیں۔

تیسرا نظریہ: یہ ہے کہ ایسی چیزوں کی بیع و شرا درست ہے، اس نظریہ کے حامل ۱۵/علمائے کرام ہیں۔ ان حضرات نے اپنے نظریے کی وضاحت مختلف انداز میں کی ہے۔

مفتی محمد حبیب اللہ مصباحی اور مفتی محمد عالم گیر مصباحی صاحبان کا کہنا ہے کہ ایسی چیز کی خرید و فروخت اس لیے جائز ہے کہ اس صورت میں بائع کو یہ چیز مشتری کے حوالے کرنے پر حکماً قدرت حاصل ہے، جو بیع کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے۔

مولانا محمد انور نظامی صاحب لکھتے ہیں کہ "ایسی چیزوں کی بیع زمانۂ دراز سے بلا نکیر جاری ہے، جیسے بجلی کہ وہ بغیر تار، یا برقی آلات کے موجود، مشاہد اور مقدور التسلیم نہیں، مگر ہر خاص و عام اسے خرید کر استعمال کر رہا ہے۔"

مفتی بدر عالم مصباحی صاحب اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "ایسی چیزوں کی بیع و شرا صحیح ہے بشرطے کہ موجود اور مقدور التسلیم ہونا متیقن ہو، جیسے اخروٹ اور بادام کے مغز کی بیع و شرا اور جس چیز کے وجود میں احتمال ہو اس کی بیع صحیح نہیں۔"

مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب فرماتے ہیں:

"بواسطۂ ظرف مقدور التسلیم اشیا کی بیع صحیح ہے، جیسے دودھ، رقیق گھی، سیال ادویہ، تیزاب، آکسیجن، ایل جی پی، ماے صافی، سرکہ اور روغنیات کی بیع، ان کے ظروف کے ساتھ ہی ہوتی ہے، اور بلا شبہہ صحیح ہوتی ہے، ایسا نہیں کہ ایل پی جی، آکسیجن اور روغنیات کی بیع ان کے ظروف سے جدا کر کے ہو جائے، پھر اگر بائع نے اس طرح کے کسی رقیق کو اپنے ظرف سے بائع کے ظرف میں منتقل کر دیا

تو وہ رقیق، مشتری کا مقبوض ہو جاتا ہے۔"

پھر آپ نے فتاویٰ ہندیہ کے تین جزئیات سے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے جواب سوال نمبر ۲ بہ عنوان "بالواسطہ مقدور التسلیم شے کی بیع")

مولانا محمد ہارون مصباحی صاحب کا کہنا ہے کہ "اگر اس طرح کی چیزوں کی خرید و فروخت کا لوگوں میں رواج ہو جائے تو اس کی بیع درست ہوگی۔"

مولانا نصر اللہ رضوی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس طرح کی اشیا کی بیع و شرا یا تو مال کی تعریف عام کے پیش نظر یا عرف و تعامل کی بنا پر جائز و درست ہے۔"

ان حضرات کے علاوہ باقی علمائے کرام نے اس سوال کا کوئی صاف جواب نہیں دیا ہے۔

جوابات سوال (۳)

تیسرا سوال یہ ہے کہ برقی کتابوں کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مندوبین کرام چار طرح کی رائیں رکھتے ہیں:

پہلی رائے: یہ ہے کہ یہ بیع ناجائز ہے۔ ان حضرات کے دلائل وہی ہیں جو پہلے سوال کے جواب میں عدمِ جواز کا نظریہ رکھنے والوں کے ہیں۔ یہ رائے ۸/ مفتیانِ کرام کی ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ ظاہر مذہب پر تو یہ بیع ناجائز ہے، لیکن تعامل، حاجت اور دفعِ حرج کی وجہ سے اس کی اجازت ہے۔ یہ رائے ۸/ علمائے کرام کی ہے۔

تیسری رائے: یہ معاملہ بیع نہیں، بلکہ اجارہ ہے۔ یہ رائے ۶/ حضرات کی ہے۔

ان حضرات کی رائے کی قدرے وضاحت سوال نمبر (۱) کے جوابات میں دوسرے موقف کے تحت گزر چکی ہے۔

چوتھی رائے: یہ بیع ہے اور جائز و درست ہے۔ یہ رائے ۱۵/ علمائے کرام کی ہے۔

ان حضرات کی رائے اور دلائل کی وضاحت بھی سوال نمبر (۱) کے جواب میں گزر چکی ہے۔

پانچویں رائے: یہ ہے کہ اگر خود شعاعوں کو خریدار کے کمپیوٹر کی میموری میں محفوظ کیا جاتا ہو اور محفوظ شعاعیں ہی برقی کتاب ہوں تو یہ عقد بیع استصناع ہے اور جائز ہے۔ لیکن اگر میموری کی اسکرین پر صرف نشانات پڑتے ہوں، اور یہی نشانات برقی کتاب ہوں تو پھر یہ عقد اجارہ ہے، اور اجارہ کے تمام شرائط پائے جانے کی بنیاد پر جائز و درست بھی ہے۔

یہ رائے مولانا محمد ہارون مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کی ہے۔

جوابات سوال (۴)

چوتھا سوال یہ ہے کہ بصورت عدم جواز برقی کتابوں کو بالعوض حاصل کرنے کا حیلہ کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں برقی کتابوں کی خرید و فروخت کے ناجائز ہونے کا نظریہ رکھنے والے علمائے کرام نے درج ذیل حیلے بیان کیے ہیں:

(۱) اس معاملے کو اجارہ قرار دیا جائے، یعنی پبلشر عوض لے کر اپنی ویب سائٹ سے نفع اٹھانے کا مالک بنا دے اور دوسرا شخص اس ویب سائٹ سے مطلوبہ کتاب کی کاپی اپنے کمپیوٹر کی میموری میں محفوظ کرے۔ اس طرح پبلشر کو مطلوبہ رقم مل جائے گی اور قاری کو مطلوبہ کتاب حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں پبلشر کو بائع کے بجائے "مُواجِر" قاری کو "مُستاجِر" اور مطلوبہ رقم کو "اجرت" کہیں گے۔ یہ حیلہ ۶/ حضرات کے مقالوں میں ہے۔

مفتی بدر عالم مصباحی اور مولانا دست گیر عالم مصباحی صاحبان نے اپنے مقالوں میں اس معاملہ کو بیع قرار دیا ہے اور اخیر میں یہ صراحت کی ہے کہ اگر برقی کتابوں کو "عین" نہ ہونے کی وجہ سے مال نہ قرار دیا جائے، اور اس معاملے کو بیع نہ مانا جائے تو اس کے جواز کا راستہ یہ ہے کہ اسے "اجارہ" قرار دیا جائے۔

(۲) مولانا محمد ناظم علی مصباحی صاحب نے اس معاملے کو اجارہ قرار دینے کے بعد ایک اور حیلہ بھی بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اور یہ بھی صورت ہے کہ عاقدین کو یہ شرعی طریقہ بتایا جائے کہ اسے فارم وغیرہ کا عوض قرار دیا جائے، وہ یوں کہ ان مواد کو بھیجنے کے لیے کچھ پیشگی کارروائیاں ہوں گی، جن میں سے یہ ہے کہ فارم کو معینہ رقم کے عوض جو خریدے گا اسے یہ مواد فراہم کیے جائیں، مواد

کے اعتبار سے فارم کی قیمت کم و بیش ہوتی ہے تو بیع یہاں فارم کی ہوئی، نہ کہ مواد کی"۔

(۳) قاضی فضل احمد مصباحی اور قاضی فضل رسول مصباحی صاحبان یہ حیلۂ جواز لکھتے ہیں کہ "کسی موجود اور محسوس شے کی تبعیت میں ان کتابوں کی خرید و فروخت کی جائے، مثلاً کمپیوٹر، لیپ ٹاپ وغیرہ کے ساتھ برقی کتابیں خریدی اور بیچی جائیں۔"

مفتی شمشاد احمد صاحب نے لکھا ہے کہ "ای بک ریڈر کی میموری، یا سی ڈی یا ڈی وی ڈی وغیرہ کو خرید لیا جائے"۔ اسی سے ملتا جلتا حیلہ مولانا شبیر احمد مصباحی صاحب نے بھی لکھا ہے۔

(۴) مولانا منظور احمد عزیزی صاحب فرماتے ہیں کہ "ناشرین کتب برقیہ ای بک سے مضموم کر کے کوئی خارجی طور پر گائڈ بک وغیرہ فروخت کریں، بیع و شرا گائڈ بک کی ہو اور ای بک بطور ہدیہ و تحفہ"۔

(۵) مفتی عالم گیر مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"جس طرح دیگر کتابوں کے مصنفین کو حقِ تصنیف حاصل ہوتا ہے اسی طرح برقی کتابوں کے مصنفین کو حقِ تصنیف حاصل ہوگا، تو حقِ تصنیف دیگر حقوقِ ثابتہ (حقِ نکاح، حقِ رق، حقِ قصاص وغیرہ) سے ہوگا اور جب حقِ تصنیف حقوقِ ثابتہ سے ہوگا تو جس طرح حقوقِ ثابتہ موکدہ کا معاوضۂ اسقاط جائز و درست ہے، اور ان حقوقِ ثابتہ کے بدلے میں مال لے کر ان سے دست برداری جائز ہے، اسی طرح برقی کتابوں کے مصنفین و ناشرین کو ان کے حق کے بدلے میں مال دے دیا جائے، اور ان برقی کتابوں کو مال کے عوض حاصل کر لیا جائے۔"

(۶) مولانا نظام الدین مصباحی صاحب فرماتے ہیں:

"اگر یہ معلوم ہو کہ برقی کتابوں کا پبلشر غیر مسلم حربی ہے، تب تو اس کے حصول کے لیے کسی حیلہ کی حاجت نہیں، بلکہ مروجہ طریقے پر برقی کتابوں کو حاصل کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ عقودِ فاسدہ کے ذریعہ بھی حربیوں سے معاملات ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ پبلشر مسلم ہے تو مروجہ طریقہ پر ان کتابوں کے حصول کا یہ طریقہ ہو سکتا ہے کہ مطلوبہ رقم پبلشر کو بطور ثمن نہ دی جائے، بلکہ بطور انعام دی جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ہاں، وہ کپڑا کہ اسے ملا، معاوضہ نہیں ہوتا، بلکہ بطور انعام دیا جاتا ہے، تو وہ فی نفسہ جائز اور اس سے نماز درست ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۲۹)

ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی حربی کو وکیل بنا کر کتابیں حاصل کی جائیں، کیوں کہ بیع کے حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں۔

جوابات سوال (۵)

پانچواں اور آخری سوال یہ تھا کہ "برقی کتابیں اگر سی ڈی، یا ڈی وی ڈی میں محفوظ ہوں تو ان کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟"

اس سوال کے جواب میں تمام علمائے کرام نے لکھا ہے کہ سی ڈی، یا ڈی وی ڈی میں محفوظ برقی کتابوں پر مال کی تعریف صادق آتی ہے اور ثمن کے عوض انھیں لینا شرعاً بیع ہے، جو بلا شبہہ جائز و درست ہے۔

یہ تھا اس موضوع سے متعلق مقالات کا ایک جائزہ۔ اب اس کی روشنی مین درج ذیل گوشے تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں۔

تنقیح طلب گوشے

(۱) برقی شعاعوں اور برقی کتابوں کو بالعوض حاصل کرنا شرعی نقطۂ نظر سے بیع ہے، یا اجارہ، یا کچھ اور؟ اور بہر حال یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر یہ معاملہ ناجائز ہے تو اس کے جواز کی بھی کوئی راہ ہے، یا نہیں؟ ☆☆☆☆

قارئین اور اہل قلم حضرات توجہ دیں

ماہنامہ اشرفیہ سے متعلق تمام تر امور اور برائے اشاعت مضامین اور مکتوبات وغیرہ ماہ نامہ اشرفیہ کی مندرجہ ذیل ای میل آئی ڈی پر بھیجیں۔

ashrafiamonthly@gmail.com

خلاصۂ مقالات

زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال

مولانا محمد ہارون مصباحی

باسمہ تعالیٰ و تقدس، حامدا و مصلیا و مسلما

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اٹھارہویں فقہی سیمینار میں تحقیق و مذاکرہ کے لیے جن چار موضوعات کا انتخاب ہوا ان میں ایک اہم موضوع ہے: زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال۔

مجلس شرعی کو اس موضوع پر کل چونتیس مقالات موصول ہوئے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ایک سو گیارہ ہے۔ بیشتر مقالات متوسط، بعض مختصر اور کچھ تفصیلی ہیں۔

سوال نامہ میں اس عنوان کے تحت چھ سوالات کیے گئے ہیں جن کے جوابات کا خلاصہ حاضر خدمت ہے:

(۱) اسم جلالت، اسم رسالت اور قرآنی آیات کی مینار، گنبد اور محراب وغیرہ کی شکل میں کتابت؟

اس سوال کے جواب میں تین موقف سامنے آئے ہیں:

پہلا موقف: ناجائز ہے۔ یہ موقف چار اہل علم کا ہے۔

دلائل: (۱) مذکورہ چیزوں کی شکل میں لکھنا اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات کی بے ادبی ہے۔ فتاوی رضویہ (۲/ ۱۴۴) میں ہے: ”اور شک نہیں کہ وقت استنجا اس انگشتری کا جس پر اللہ عز وجل یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ہو یا کوئی متبرک لفظ ہو، اتار لینا صرف مستحب ہی نہیں، قطعاً سنت اور اس کا ترک ضرور مکروہ ہے، بلکہ اساءت ہے بلکہ کچھ لکھا ہو، حروف کا ادب چاہیے“۔

(۲) اسماء و آیات اس طرح کی کتابت سے کما حقہ پڑھنے میں نہیں آتے، جب کہ اسلامی شریعت نے اسی وجہ سے قرآن کریم کا حجم چھوٹا کرنے سے منع کیا ہے۔ [مقالہ مولانا شبیر احمد صاحب، ص:۴]

(۳) خط مصحف عثمانی کی مخالفت ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ [مقالہ مفتی آل مصطفی صاحب، ص:۱]

مفتی شہاب الدین احمد نوری بے حرمتی کی ایک صورت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آیات قرآنی کو گنبد، مینار یا محراب کی شکل میں تحریر کرنا۔۔۔۔۔ بے حرمتی سے خالی نہیں؛ کیوں کہ ہر شخص آیات قرآنی کو دیکھ کر نہ سمجھ پائے گا کہ یہ آیات قرآنی ہیں، تو بے وضو و غسل چھوئے گا۔ [مقالہ مفتی شہاب الدین صاحب، ص:۲]

دوسرا موقف: مکروہ ہے۔ تین علمائے کرام نے یہ موقف اختیار کیا ہے:

دلائل: (۱) کتابت قرآن کریم کے آداب کی رعایت نہ ہو پائے گی اور یہ مکروہ ہے۔

(۲) وہ بادی النظر میں اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات معلوم نہیں ہوتے، اس لیے لوگ انھیں مینار وغیرہ کی شکل سمجھ کر بے حرمتی کر سکتے ہیں۔ اسی اندیشے کے پیش نظر تو فقہائے کرام نے مساجد وغیرہ کی دیواروں پر کتابت قرآن سے منع فرمایا ہے۔

[ملخصا۔ مقالہ مولانا شبیر عالم صاحب، ص:۱۔۲]

(۳) ایسی شکلیں بنانے کے لیے آیات کو لکھ کر مشق کرنی ہوگی۔ اور یہ مکروہ ہے۔ [مولانا ساجد علی صاحب، ص:۲]

فقہی جزئیات:

(۱) یستحب کتابة المصحف وتحسین کتابته وتبیینها وإیضاحها وتحقیق الخط دون مشقة وتعلیقه فیکره وکذا کتابته في الشئی الصغیر.“ (الإتقان . ۲/ ۳۷۵)

(۲) قال أصحابنا: وتکره کتابته علی الحیطان

واجدران اھ" (الإتقان. ٢/٣٧٦)

(۳)عن ابن سیرین أنه کره أن یکتب المصحف مشقا. قیل: لم؟ قال: لأن فیه نقصا. (الإتقان. ٢..)

تیسرا موقف: چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ باقی تمام اہل علم یہی موقف رکھتے ہیں۔

جواز کے شرائط:

(۱) آیات کی کتابت رسم عثمانی کے خلاف نہ ہو۔
(مولانا دستگیر عالم صاحب۔ص۲)

(۲) انہیں بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

(۳) لہو ولعب کے مواقع پر استعمال نہ ہوں۔

فتاوی رضویہ (۱۰/ ۱۳۴، نصف آخر) میں ہے:

"گراموفون سے قرآن مجید کا سننا ممنوع ہے؛ کہ اسے لہو ولعب میں لانا بے ادبی ہے۔" [مقالہ قاضی فضل احمد صاحب، ص:۲]

(۴) حروف جلی، واضح اور آسانی کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہوں۔

(۵) کتبہ ادب کی جگہ رکھا جائے۔

(۶) مقصود حصول خیر و برکت ہو، گو اس کے باعث گھر بھی مزین ہو جائے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

"لا بأس بكتابة اسم الله تعالى على الدراهم؛ لأن قصد صاحبه العلامة لا التهاون، كذا في جواهر الأخلاطي. وعلى هذا إذا كان في جيبه دراهم مكتوب فيها اسم الله تعالى، أو شيء من القرآن فأدخلها مع نفسه المخرج يكره، وإن اتخذ لنفسه مبالا طاهرا في مكان طاهر لا يكره.

رجل أمسك المصحف في بيته، ولا يقرأ، قالوا: إن نوى به الخير والبركة لا يأثم، بل يرجى له الثواب، كذا في فتاوى قاضي خان. (هنديه، كتاب الكراهية، ٥/ ٣٩٨،٣٩٩) [مقاله حضرت مفتی نظام الدین صاحب، ص: ٦.٥]

مفتی انفاس الحسن صاحب چشتی لکھتے ہیں: مینار، گنبد اور محراب وغیرہ جو عرف میں معظم و محترم سمجھی جاتی ہیں ان کی شکل میں لکھنا جائز ہونا چاہیے۔ اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ أصل الأفعال الإباحة۔ [ص:۱]

مولانا ابرار احمد اعظمی لکھتے ہیں: مینار، گنبد اور محراب کی شکل پر تحریر کرنے میں حکم جواز ہونا چاہیے؛ کہ اس طور پر لکھنے والے کا مقصد استخفاف واہانت نہیں، بلکہ اپنے فن خطاطی کا مظاہرہ کرنا ہوا کرتا ہے۔ [ص:۲]

(۲) الف: اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات کو پھلوں، پتھروں وغیرہ بے جان چیزوں کی شکل دینا؟

اس سوال کے جواب میں بھی ارباب دانش تین طبقوں میں منقسم ہیں:

پہلا طبقہ: یہ طبقہ اس کو ناجائز کہتا ہے۔ اس میں ۱۱ علمائے کرام شامل ہیں:

دلائل:

(۱) یہ ایک طرح سے لہو ولعب میں شامل ہے، اس طرح اس میں اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات کی بے حرمتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گراموفون سے قرآن مجید سننا ممنوع ہے۔
[مقالہ قاضی فضل احمد صاحب، ص:۲]

(۲) یہ چیزیں مبتذل ہوتی ہیں، اور ابتذال معنی امتہان کو متضمن ہوتا ہے۔ [مقالہ مفتی بدر عالم صاحب]

(۳) اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات اس قسم کی کتابت سے کماحقہ پڑھنے میں نہیں آتے، جب کہ اسلامی شریعت نے اسی وجہ سے قرآن عظیم کا حجم چھوٹا کرنے سے منع کیا ہے۔ [مقالہ مولانا شبیر احمد صاحب، ص:۴]

(۴) خط مصحف عثمانی کی مخالفت ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ [مقالہ مفتی آل مصطفی صاحب، ص:۱]

(۵) اسمائے مبارکہ اور قرآن کریم کی طرف ایک قبیح نسبت لازم آئیگی، مثلا کہا جائے گا: قرآن پتھر بن گیا، قرآن امرود بن گیا، وغیرہ۔ اور یہ قرآن مقدس کی سخت بے حرمتی ہے۔ فتاوی رضویہ (۹/ ۴۵، نصف اول) میں ہے: اور حرام جانور کی تصویر بنانے میں ایک شنیع و بدنسبت ہے، کھانے والے کی طرف ہوگی کہ اہل عرف تصویر کو اصلی ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تو مثلا تصویر کا کتا کسی نے کھایا تو اسے بھی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا۔ آدمی کو جیسے برے کام سے بچنا ضروری ہے، یوں ہی برے نام سے بھی بچنا چاہیے۔ غیر جان دار کی تصویر بنانی اگر چہ جائز ہے، مگر دینی معظم چیز

مثل جامع مسجد وغیرہ کی تصویروں میں انھیں توڑنا اور کھانا خلاف ادب ہوگا اور وہی بری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں نے مسجد توڑی، مسجد کو کھالیا۔'' (مقالہ راقم الحروف، ص:۴)

مولانا منظور احمد خاں عزیزی لکھتے ہیں کہ یہ عمل ''محدثات امور اور بدعات سیئہ سے متعلق ہے۔ [مقالہ مولانا منظور احمد، ص:۱]

دوسرا طبقہ: یہ طبقہ اس عمل کو مکروہ بتاتا ہے۔ یہ طبقہ سات افراد پر مشتمل ہے:

اس طبقہ کے نزدیک کراہت کے تقریباً وہی دلائل اور جزئیات ہیں جو پہلے طبقہ کے یہاں عدم جواز کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا طبقہ ان دلائل وجزئیات کی روشنی میں اس عمل کو ناجائز بتاتا ہے جب کہ اس طبقہ سے منسلک اہل علم ''مکروہ''، ''خلاف ادب'' اور ''نامناسب'' جیسی تعبیریں لاتے ہیں۔

تیسرا طبقہ: یہ طبقہ اس عمل کی مشروط اجازت دیتا ہے۔ اور یہ شرطیں وہی ہیں جو پہلے سوال کے جواب میں جواز کے قائلین نے رکھی ہیں، اور جزئیات بھی وہی ہیں۔ اس طبقہ میں باقی تمام اصحاب قلم شامل ہیں۔

مولانا عبد السلام رضوی لکھتے ہیں: پھلوں، پتھروں وغیرہ غیر ذی روح کی شکل دینا و بنانا کہ اس میں توہین نہ ہو تو جائز ہے کہ ان اشیا کو لکھ کر گھر میں محفوظ رکھا جائے اور برکت کے لیے اس کی حفاظت کی جائے۔ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ إنما الأعمال بالنيات۔ اور نقش نعل مقدس سرکار ابد قرار علیہ السلام کے اوپر بسم اللہ شریف لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل مقدس ذکر فرمایا کہ: ''جانوران صدقہ کی رانوں پر ''حبيس في سبيل الله'' داغ فرمایا تھا حالاں کہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔'' فتاوی رضویہ، ۹/۹۳۔ [مقالہ مولانا عبد السلام صاحب، ص:۱-۲]

مولانا ناظم علی مصباحی اپنے موقف پر کچھ اس طرح استدلال کرتے ہیں: ''رسم عثمانی کی موافقت کے ساتھ ساتھ واضح اور نمایاں ہے تو بلا کراہت جائز ہے؛ کہ پھلوں، پتھروں، پتوں وغیرہ پر جب لکھنا جائز ہے تو ان کی شکل دینا ناجائز نہیں۔''

[مقالہ مولانا ناظم علی صاحب، ص:۳]

مولانا نظام الدین قادری لکھتے ہیں: یوں ہی پھلوں وغیرہ غیر ذی روح کی شکل میں لکھنا جائز ہونا چاہیے؛ لعدم ورود المنع۔ جس طرح انگشتری کا نگ جو بالکل گول ہوتا ہے اس میں آیات یا اسم باری تعالی کندہ کرایا جاسکتا ہے۔

عالم گیری (۵/۳۲۳) میں ہے:

''ولو كتب على خاتمه اسمه أو اسم الله تعالى أو ما بدا له من أسماء الله، نحو قوله: حسبي الله ونعم الوكيل، أو ربي الله أو نعم القادر الله؛ فإنه لا بأس به.'' [مقالہ مولانا نظام الدین قادری صاحب، ص:۱]

مولانا محمد عارف اللہ مصباحی ایک نئی قید کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے:

''مسلمانوں کے عرف میں جو پھل حقیر نہیں سمجھے جاتے ان کی اور پتھروں وغیرہ غیر ذی روح کی شکل میں مذکورہ اسما اور آیات قرآنی کو لکھنے میں سوء ادب کا پہلو نہیں ہے۔ اس لیے اباحت ہے۔

[مقالہ مولانا عارف اللہ صاحب، ص:۱]

ب: اسماے مبارکہ یا قرآنی آیات کو پھل وغیرہ پر تحریر کرنے کا حکم؟

دوسرے سوال کے اس جزو کی طرف بہت سے ارباب علم نے توجہ نہیں دی۔ جن حضرات نے توجہ دی ہے ان کے مقالات کے مطالعہ سے تین طرح کے نظریات سامنے آئے۔

پہلا نظریہ: یہ عمل ناجائز ہے۔ یہ نظریہ چار علماے کرام کا ہے۔ یہ نظریہ ہر طرح کی قید وبند سے آزاد ہے، البتہ مفتی انفاس الحسن صاحب نے صرف پھلوں کی تصویر پر کتابت کا حکم واضح کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''کسی طرح کے پھل وغیرہ کی تصویر میں ان چیزوں کے لکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ یہ بچوں کے کھلونے کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں حکم شرع کے مطابق آیات قرآنیہ کا ادب واحترام ملحوظ رہنا بہت دشوار ہے۔

[مقالہ مفتی انفاس الحسن صاحب چشتی، ص:۱]

مولانا عارف اللہ مصباحی لکھتے ہیں:

پھلوں میں لکھنا قرآن کریم کی بے ادبی ہے، کیوں کہ انھیں یا تو کھایا جائے گا یا سڑنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور یہ دونوں باتیں قرآن کریم کے مرتبۂ عظیم کے منافی ہیں۔ اس لیے حکم منع

ہے۔ [مقالہ مولانا عارف اللہ صاحب، ص۔۱]

دوسرا نظریہ مکروہ ہے۔ یہ نظریہ چار حضرات کا ہے: مولانا ساجد علی مصباحی نے صرف پھلوں کی تصویر کا حکم واضح کیا ہے جبکہ باقی حضرات کے یہاں ایسی کوئی قید نہیں ہے۔

تیسرا نظریہ: جائز ہے۔ ۹ ارباب دانش نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے۔

دراصل پھل وغیرہ پر اسماے مبارکہ اور قرآنی آیات لکھنے کی تین صورتیں ہیں: قدرتی پھلوں پر، مصنوعی پھلوں پر اور پھلوں کی تصاویر پر۔

بیشتر ارباب قلم نے ایسی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی ہے، صرف جواز کا حکم رقم فرمایا ہے۔ ہاں! کچھ شرائط کا تذکرہ ضرور کیا ہے اور یہ شرائط عموماً وہی ہیں جو پہلے اور دوسرے سوال کے جواب میں جواز کا قول کرنے والوں نے ذکر کیے ہیں۔ انہوں نے اپنے موقف کے اثبات میں ''الاتقان'' کی یہ عبارت درج کی ہے:

''قال النووی فی شرح المهذب: لو كتب القرآن فی إناء ثم غسل و سقاه المريض فقال الحسن البصری ومجاهد وأبو قلابة والأوزاعی: لا بأس به، وكرهه النخعی. قال: ومقتضى مذهبنا أنه لا بأس به، فقد قال القاضی حسين والبغوی وغيرهما: لو كتب قرآناً على حلوى وطعام فلا بأس بأكله اه.''

(الجزء الثاني، ص:١٦٦)

بعض علماے کرام نے تفصیل بھی کی ہے اور ہر ایک کا حکم بھی واضح کیا ہے۔ مولانا عابد رضا مصباحی لکھتے ہیں:

پھل وغیرہ میں آیات قرآنی کا لکھنا دو طرح کا ہے: ایک تو یہ کہ حقیقی خارجی پھل پر لکھا جائے اور لکھنے کے بعد اس پھل کو کھا لیا جائے۔ اس میں بھی اگر استخفاف کا قصد نہ ہو تو کوئی قباحت نہیں..................... دوسرا یہ کہ پلاسٹک یا اور کسی چیز کے مصنوعی پھلوں یا جھوموں میں قرآنی آیات لکھی جائیں۔ اس کا بھی وہی حکم ہوگا کہ ان چیزوں سے مکانوں کی زیبائش و آرائش ہی مقصود ہوتی ہے تو ان پر آیات قرآنی یا اسماے جلالت و اسماے رسالت لکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔ [ص:۲]

مولانا دستگیر عالم رضوی لکھتے ہیں: اگر پہلے کسی پھل وغیرہ کی شکل بنالی جائے پھر اس کے اندر اسما کو صاف صاف لکھا جائے اور بطور تبرک اسے گھر میں رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کسی قدرتی پھل وغیرہ جس کا کھانا مباح ہو پر لکھ کر اسے بغرض شفا کھایا جائے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر اسے کھایا نہ جائے بلکہ محفوظ رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ کچھ ایام گزرنے کے بعد وہ ضائع ہو جائے گا جسے کھایا نہیں جا سکتا۔ تو یہ اضاعت مال کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ کیوں کہ حدیث میں اضاعت مال سے منع کیا گیا ہے۔ [ص۔۲]

قاضی فضل احمد مصباحی لکھتے ہیں:

پھلوں میں تحریر کرنے میں ان آیات وکلمات کی بے ادبی واضح ہے، لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ ہاں! پتھروں پر کندہ کرا کر انہیں اگر اونچی اور پاک جگہ پر نصب کیا جائے جہاں سے بے حرمتی کا شائبہ نہ ہو تو حصول برکت کی خاطر ایسا کرنا درست ہے۔ [ص۔۳]

دوسری جگہ یہ بھی لکھتے ہیں:

ہاں! پھلوں پر لکھنے سے اگر یہ مقصد ہو کہ انہیں کھا کر شفا حاصل کریںگے تو حرج نہیں۔ تاہم محض زیب وزینت کے لیے اس طرح لکھنا تقاضائے ادب اور قرآن کی حرمت کے منافی ہے اس لیے اجازت نہیں ہو سکتی۔ [مقالہ قاضی فضل احمد مصباحی، ص۔۲]

حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے اپنے مقالے میں جواز کی درج ذیل تین صورتیں تحریر کی ہیں جن میں سے دوسری صورت کا تعلق اس مسئلے سے ہے:

(۱) آیات قرآنیہ اور اسماے مبارکہ کو خوش خط لکھ کر خیر وبرکت کے لیے گھر میں ادب وتعظیم کی جگہ رکھا جائے۔

(۲) سیب وغیرہ طیب وطاہر پھلوں اور کھانے کی چیزوں پر لکھ کر علاج کے لیے انہیں تناول کیا جائے۔

(۳) یا خاص علامت وغیرہ کے لیے اس کی حاجت ہو۔ جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقے کے اونٹوں کی ران پر ''حبيس في سبيل الله'' لکھوانا، یا درہم و دینار پر اسماے معظّمہ لکھنا وغیرہ۔ [مقالہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب، ص:۵]

(۳) مذکورہ کلمات وآیات کو جانوروں کی شکل دینے، پھر الیکٹرانک نظام کے تحت متحرک کرنے کا حکم؟

اس کے عدم جواز پر سبھی مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے۔

عدم جواز کے دلائل: مقالہ نگار حضرات نے عدم جواز

کے متعدد وجوہ قلم بند کیے ہیں، جن میں چار اسباب نہایت ہی اہم ہیں:

(۱) یہ تصویر سازی ہے اور تصویر سازی حرام ہے۔

(۲) تصویر کی اہانت واجب، جب کہ اسما و آیات کی تعظیم لازم ہے۔ اب اگر ان اسما و آیات سے جانور کی تصویر بنا دی جائے تو ان تصاویر کی تعظیم لازم آئیگی اور یہ الگ وجہ حرمت ہے۔

(۳) ان تصاویر کو حرکت دینے سے قرآن کریم اور اسمائے مبارکہ کو کھیل بنانا لازم آئے گا اور یہ بذات خود حرام ہے۔

(۴) قرآن کریم اور اسمائے مبارکہ کی طرف قبیح نسبت لازم آئے گی، مثلا کہا جائے گا: قرآن گھوڑا بن گیا وغیرہ اور یہ اسما و آیات کی زبردست تضحیک اور کھلی ہوئی بے حرمتی ہے۔

فقھی جزئیات:

(۱) شرع مطہر نے جس شئی کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی اس سے اگر ایسا برتاؤ کیجیے جس میں ایک جہت سے توہین اور دوسری جہت سے تعظیم ہو وہ حرام و ناجائز ہی ہوگا۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعظیم و توہین متعارض ہوکر برابر ہوگئیں۔ ولہٰذا محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالی ورحمنا بہ نے کتاب الأصل میں سجادہ یعنی جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقا مکروہ ٹھہرایا اگرچہ تصویر پر سجدہ نہ ہو؛ کہ جانماز معظم ہے تو اس میں تصویر ہونا تصویر کی تعظیم ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"أطلق الكراهة في الأصل لأن المصلى معظم." عنایہ میں ہے: "معناه البساط الذي أعد للصلاة معظم من بين سائر البسط، فإذا كان فيه صورة كان نوع تعظيم لها ونحن أمرنا بإهانتها، فلا ينبغي أن تكون في المصلى مطلقا سجد عليها أو لم يسجد."

[فتاویٰ رضویہ، ۹: ص: ٤٥، ٥٥، نصف اخیر]

(۲) اس (گراموفون) کا عام بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اس لیے نہیں اترا۔ اسی عزت والے عزیز، عظیم سے پوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتے ہے:

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون لاهية قلوبهم........ واقعی کفار نے یہ بڑا داو کھیلا کہ ان کے دین کی جڑ، ان کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود ان کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا۔ اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی، اس بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ والعياذ بالله رب العالمين.

[ج:۹، ص ۲۳، ۲۴ نصف اخیر رسالہ کشف شافیا]

حضرت مفتی نظام الدین رضوی دام ظلہ فتاوی رضویہ کا یہ اقتباس درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''کشف شافیا کے اس اقتباس کا تعلق اس امر سے ہے کہ گراموفون کو عام طور پر لہو ولعب کی جگہوں پر استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں قرآنی آیات کو محفوظ کرنا کھیل بنانا ہوگا۔ اور ہمارے مسئلہ دائرہ میں خود آیات قرآنیہ کو ہی مختلف طرح سے گردش دے کر کھیل بنایا جاتا ہے لہذا یہ بدرجہ اولی حرام ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم''

[مقالہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب۔ ص۔ ۴، ۵]

مولانا معین الدین اشرفی ایک قدم آگے بڑھ کر اس عمل کو کفر کہتے ہیں۔ انکی درج ذیل عبارت قابل دید ہے:

شرح فقہ اکبر میں ہے:

من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو نحوه مما يعظم في الشرع كفر. اس لیے قرآن حکیم کی آیات سے یا اسماے الٰہیہ اور اسماے رسالت سے کسی ذی روح کی شکل و تصویر بنانا حرام بلکہ کفر ہوگا۔ [مقالہ مولانا معین الدین اشرفی صاحب، ص: ۲]

جب کہ مولانا محمد قاسم مصباحی کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

اگر کوئی ان مذکورہ کلمات کو جانوروں کی شکل میں بقصد اہانت لکھے تو اس کے لیے حکم کفر ہوگا کہ قرآن کی توہین کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے:

رجل وضع رجله على المصحف إن كان على وجه الاستخفاف يكفر وإلا فلا [ج.۵ ص ۳۲۳]

اگر بقصد توہین نہ ہو۔۔۔۔۔۔ تو حکم کفر نہ ہوگا۔ لیکن حرام ضرور ہوگا۔ [ص۔۲]

(۴) مذکورہ کلمات وآیات کو سادہ خط میں لکھ کر متحرک کرنا کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تین رائیں سامنے آئیں ہیں۔

پھلی رائے: ناجائز ہے۔ یہ رائے تین حضرات کی ہے:

عدم جواز کے دلائل اور فقھی جزئیات:

عدم جواز کے تین دلائل ہیں:

(۱) انہیں سیٹ کرنے والے عموما فساق ہوتے ہیں جو بلا

وضو چھوتے ہیں حالاں کہ قرآن مجید کو بلا وضو چھونا حرام ہے۔

فتاوی رضویہ (۲/ ۱۱۵) میں ہے:

''بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو۔

(۲) لگانے والے لہو ولعب کے طور پر لگاتے ہیں لہذا درست نہیں ہے۔ [مقالہ قاضی فضل احمد صاحب، ص ۳۔ ۴]

(۳) یہ بقصد زینت ہی ہوتا ہے اور مذکورہ کلمات وآیات کا زینت کے لیے استعمال جائز نہیں ہے۔[مقالہ مولانا شبیر احمد صاحب:۳]

مفتی شہاب الدین احمد نوری لکھتے ہیں: مذکورہ کلمات کو سادہ خط میں لکھ کر متحرک کرنا بھی ناجائز ہے کہ یہ تماشہ اور کھیل کی صورت ہے۔ [مقالہ مفتی شہاب الدین صاحب، ص۔ ۴]

دوسری رائے: مکروہ ہے۔ اس رائے کے حامل علمائے کرام کی تعداد چھ ہے۔

ان میں سے بعض حضرات صراحت کے ساتھ ''مکروہ'' کا لفظ ذکر کرتے ہیں، جب کہ بعض نے ''خلاف ادب''، ''بچنا چاہیے'' اور ''احتراز اسلم ہے''، جیسی تعبیرات اپنائی ہیں۔

مفتی ابرار احمد امجدی کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مذکورہ کلمات وآیات کو سادہ خط میں لکھ کر متحرک کرنا کلمات الہیہ وآیات کریمہ کی عظمتوں کے خلاف ہے۔ ساتھ ہی یک گونہ لہو ولعب سے مشابہت بھی ہے اس لیے یہ بھی مکروہ ہونا چاہیے۔

فتاوی رضویہ (۲/ ۱۶۱) باب الاستنجاء میں ہے:

''قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا، حمائل بنانا شرعا مکروہ وناپسند ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا۔ اور اس شخص کو مارا اور فرمایا: ''عظموا کتاب اللہ.'' کتاب اللہ کی عظمت کرو۔

درمختار میں ہے: یکرہ تصغیر مصحف

تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہو سکتا ہے۔'' [ص۔ ۲]

تیسری رائے: جائز ہے۔ باقی مقالہ نگار حضرات یہی رائے رکھتے ہیں۔ بعض علمائے کرام نے جواز کے اس حکم کو کسی طرح کی قید سے مقید نہیں کیا جبکہ اکثر نے کچھ قیود وشرائط کے ساتھ جواز کا حکم دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

جواز کے شرائط:

(۱) اسمائے مبارکہ اور قرآنی آیات کو خوبصورت اور واضح انداز میں لکھا جائے، گھنانہ لکھا جائے۔

(۲) خط موٹا اور باعظمت ہو، آسانی سے پڑھا جا سکے۔

(۳) حروف والفاظ اپنی اصلی حالت پر ہوں کسی حرف یا لفظ کی تقدیم وتاخیر نہ ہو۔

(۴) حرکت ایسی نہ ہو کہ وہ الٹتی پلٹتی رقص کرتی اوپر نیچے ہچکولے کھاتی نظر آئیں یا حرکت کے سبب عجیب وغریب معلوم ہونے لگیں۔ [مقالہ مولانا عارف اللہ صاحب: ص۔ ۱۔ ۲، اور مقالہ مولانا نصر اللہ رضوی صاحب، ص۔ ۴)

(۵) حرکت ایسی بھی نہ ہو کہ حروف ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرتے ہوئے معلوم ہوں۔[مقالہ مولانا دستگیر عالم صاحب، ص۔ ۳]

(۶) یہ بھی نہ ہو کہ کلمات وآیات اس حرکت کے باعث یک بارگی پھیل جائیں اور دم بھر میں پھر سکڑ جائیں یا پھیل کر پھول یا کچھ اور بن جائیں اور پھر سکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آ جائیں۔ [مقالہ مولانا ساجد علی صاحب، ص۔ ۳]

(۷) لہو ولعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ کسی مقصد حسن کی تحصیل کے لیے ہو۔[مقالہ مولانا محمد عالمگیر مصباحی، ص ۳]

(۸) سادہ خط میں سادہ انداز سے ادب کی جگہ حرکت دی جائے کہ ان کے احترام میں کسی کمی کا گمان نہ ہو۔

(۹) خالص زینت مقصود نہ ہو بلکہ اصل مقصود حصول خیر وبرکت یا علاج یا اپنے مذہب کا اظہار ہو تو جائز ہے۔

[مقالہ مفتی نظام الدین صاحب، ص۔ ۶]

⑤ قمقموں کے ذریعہ اسم جلالت ورسالت اور قرآنی آیات کی بنی ہوئی شکلوں کو قسم قسم کی حرکتوں سے متحرک کرنے کا حکم؟

اس سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات تین خانوں میں بٹ گئے ہیں:

پہلا نقطۂ نظر: جائز ہے۔ یہ نقطہ نظر ۱۴ علمائے کرام کا ہے:

جواز کے شرائط:

(۱) رسم عثمانی کی خلاف ورزی نہ ہو۔ [مقالہ مولانا محمد سلیمان صاحب، ص ۱]

(۲) لہوولعب کی نیت سے نہ ہو۔

(۳) فوائد حسنہ کی تحصیل مقصود ہو، مثلاً برکت کے ارادے سے یا اس نیت سے ہو کہ لوگ قرآنی آیات پڑھ کر حکم شرعی معلوم کریں گے یا نصیحت حاصل کریں گے۔

بخاری شریف میں ہے:

إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرء ما نوى. (۲/۱)[مقالہ مولانا عالم گیر واحمد رضا صاحبان، ص:۱/۳]

(۴) غیر مسلموں سے تزیین نہ کرائی جائے؛ کہ انہیں قرآن چھونے کی اجازت نہیں۔ "لا يمسه إلا المطهرون." کی تفسیر میں یہ بھی ہے: لا يطلبه إلا المطهرون من الكفر. (حلیۃ الناجی، ص:۴۷۹) [مقالہ مولانا ناظم علی صاحب، ص:۶]

(۵) اسما وآیات کی عزت وحرمت کی مکمل پاسداری اور کامل احتیاط کے ساتھ قمقمے سیٹ کیے جائیں، پھر آویزاں کرنے اور اتارنے میں بھی آداب ملحوظ رہیں اور پھر وہاں تک حرکت دی جائے کہ کلام پورا ہو جائے اور معنی میں فساد لازم نہ آئے۔

عالم گیری میں ہے:

"ولو قطع الحرف من الحرف أو خيط على بعض الحروف في البساط أو المصلى حتى لم تبق الكلمة متصلة لم تسقط الكراهة."

[مولانا معین الدین صاحب ص ۴، ۵]

مولانا دستگیر عالم مصباحی لکھتے ہیں:

(اس عمل میں) جہاں مکان اور محفل کی زینت ہوتی ہے وہیں ان اسما کی بھی زینت اور تعظیم ہوتی ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو ان اسما کی تعظیم مقصود بھی ہوتی ہے۔۔۔ اور اگر علی سبیل التنزل محض زینت ہی کے لیے ہو جو ایک مسلمان کی طرف سے مستبعد ہے جب بھی اس کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

بہار شریعت (حصہ:۱۶، زینت کا بیان) میں ہے:

"مسئلہ: مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں۔ اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ طغرے اور کتبوں سے مکان سجانے کا رواج ہے۔"

[مقالہ مولانا دستگیر عالم صاحب، ص:۳]

دوسرا نقطۂ نظر: مکروہ ہے۔ یہ نقطۂ نظر چھ حضرات پیش کرتے ہیں:

مولانا ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں:

جس بورڈ پر قرآنی آیات کی شکل میں قمقمے سیٹ کرتے ہیں اس بورڈ کی کما حقہ حفاظت نہیں ہوتی۔ مسلم وغیر مسلم سب چھوتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، اس کے اوپر دوسرے بورڈ بھی رکھتے ہیں۔ ان صورتوں میں کلمات کی بے ادبی ہوتی ہے اس لیے یہ مکروہ ہوگا۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

"ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران، بعضهم قالوا: يرجى أن يجوز وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس، كذا في فتاوى قاضي خان". [ص:۳، ۴]

مولانا شبیر عالم مصباحی قرآن کی بے ادبی اور زینت وغیرہ اسباب کراہت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اور جن مواقع پر عموماً ان کا استعمال ہوتا ہے ان سے شرعی حکم یا نصیحت معلوم وحاصل کرنے کا خیال سراب تو ہو سکتا ہے حقیقت نہیں، لہٰذا بچنا انسب واولی ہے۔"

[مقالہ مولانا شبیر عالم صاحب، ص:۳]

تیسرا نقطۂ نظر: ناجائز ہے۔ باقی علمائے کرام نے اسی نقطۂ نظر کو اپنایا ہے۔

عدم جواز کے دلائل:

(۱) جو لوگ انہیں شادی بیاہ یا دینی مواقع پر لگانے یا اتارنے کا کام کرتے ہیں وہ باطہارت نہیں ہوتے تو اس طرح بحالت ناپاکی آیات کا چھونا لازم آئے گا جو حرام ہے۔

(۲) اتارنے یا لگانے والے لگاتے اتارتے وقت ان کا ادب واحترام بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔

(۳) یہ بھی امکان ہے کہ کوئی غیر مسلم یہ کام کرے اور دانستہ قرآنی آیات کی بے حرمتی کرے۔ تو قرآن کریم کی بے حرمتی کا مظنہ ہونے کی وجہ سے بھی حکم ممانعت ہے۔

فتاوی رضویہ (۲۳/۳۹۷) میں ہے:

"غیر مسلم کو آیات قرآنی لکھ کر ہرگز نہ دی جائیں کہ اساءت ادب کا مظنہ ہے۔" [مولانا عارف اللہ صاحب، ص:۲]

(۴) رسم عثمانی کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔
(۵) مقصد تنزیل کے خلاف ہے۔
[مولانا نصر اللہ صاحب، ص:۴]
(۶) یہ ان معظمات کو کھیل بنانا ہے۔
(۷) اس کا مقصود محض زینت ہے جو ان معظمات کی بے حرمتی کا سبب ہے۔
[مقالہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب، ص:۶]
مفتی انفاس الحسن چشتی عدم جواز کی رائے دینے کے بعد جواز کی ایک خاص صورت پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے: بسا اوقات قمقموں کو مرتب کر کے قرآنی آیات کو طغرے اور تعویذات میں بھی لکھا جاتا ہے جنہیں مسلمان اپنی دوکان ومکان میں احترام کے ساتھ آویزاں کرتے ہیں جن سے زینت کے ساتھ تبرک وتیمن بھی مقصود ہوتا ہے۔ وجہ ممانعت نہ ہونے کے سبب ایسی صورت کی اجازت ہونی چاہیے۔ [مقالہ چشتی صاحب:۳]

⑥ زینت کے لیے اسمائے مقدسہ اور قرآنی آیات کا استعمال؟

اس سوال کے جواب میں اصحاب قلم تین طرح کی رائیں رکھتے ہیں:

پہلی رائے: زینت کے لیے اسمائے مقدسہ اور قرآنی آیات کا استعمال جائز ہے۔ یہ رائے ۱۷ حضرات کی ہے:
مولانا محمد عارف اللہ مصباحی لکھتے ہیں:
امام احمد رضا سے سوال ہوا: کانچ کی ایک سطح پر آیات واذکار تیزاب وسپیدی سے الٹے لکھے جاتے ہیں جو دوسری طرف سیدھے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے ہی تختے و نیز کاغذ میں لکھے ہوئے آیات واذکار کانچ میں مڑھا کر برکت وآرائش کے لیے رکھتے ہیں۔ ایسے مکان میں جماع کرنا بے ادبی ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''جہاں قرآن کریم کی کوئی آیۂ کریمہ لکھی ہوئی ہو کاغذ یا کسی شئ پر، اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجب ہو، جب تک اس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔'' [۲۳/ ۴۰۴]
اگر زینت وآرائش کے لیے آیت کریمہ کا رکھنا جائز نہ ہوتا تو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور اس پر تنبیہ فرماتے۔ [ص:۳]

مولانا ناظم علی مصباحی ''تنویر الابصار و در مختار'' کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:
''وجاز (تحلية المصحف) لما فيه من تعظيمه كما في نقش المسجد.''
اور اسی مفہوم کی مزید فقہی عبارتیں درج کرتے ہیں۔ پھر نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن عظیم پر سونے چاندی کا پانی چڑھانا۔۔ مساجد کو سونے اور چاندی کے پانی سے مزین کرنا دین اسلام کے عظیم شعار کی عظمت شان کی خاطر ہے۔ تو قرآن کریم کی آیتوں اور اسمائے مقدسہ کو مزین کرنا عظمت شان کے لیے کیوں کر روا نہ ہوگا۔ [مقالہ مولانا ناظم علی صاحب، ص:۶، ۷]
جب کہ مولانا نصر اللہ رضوی یہ کہتے ہیں:
''یہاں دو باتیں ہیں: ایک تو خود اسمائے مقدسہ اور آیتوں کی تزیین۔ یہ تو جائز بلکہ مستحسن ہے اور [دوسری بات یہ کہ] مکان، در و دیوار اور محفل کی تزیین وآرائش قرآنی آیات سے کی جائے۔ اگر تکریم وآداب کے ساتھ ہے تو جائز ہے۔ [مقالہ رضوی صاحب، ص ۴]
مولانا ابرار احمد اعظمی کا یہ استدلال بھی قابل سماعت ہے آپ لکھتے ہیں:
جائز ہونا چاہیے؛ کہ محافل کو ذکر واذکار سے مزین کرنا جائز ہے۔ حدیث میں یہ:
''زينوا أعيادكم بالتكبير.'' ''زينوا مجالسكم بالصلاة عليّ.''
أقول: والقلم أحد اللسانين، فينبغي أن تزين المحافل بالقلم والتحرير أيضا.''
[مولانا ابرار اعظمی صاحب، ص:۲]

دوسری رائے: مکروہ ہے/ خلاف اولیٰ ہے۔ یہ رائے چار حضرات کی ہے:

تیسری رائے: خالص زینت کے لیے ان معظمات کا استعمال ناجائز ہے۔ باقی علمائے کرام کی یہی رائے ہے۔
مفتی انفاس الحسن صاحب چشتی لکھتے ہیں:
محض زینت کے لیے اسمائے مقدسہ اور قرآنی آیات کا استعمال ان کی عظمت کے پیش نظر جائز نہیں ہونا چاہیے۔
فتاویٰ رضویہ (۴/ ۱۳۶) کی درج ذیل عبارت اسی کی طرف

مشیر ہے:

"فإن الكتابة على المحاريب والجدارن إنما يكون المقصود بها غالبا الزينة، وليست من الحاجة في شئ فالمنع ثمه لا يستلزم المنع حيث الحاجة ماسة، كالتميز والتبرك والتوسل للنجاة بإذن الله تعالى."
[مقالہ چشتی صاحب:ص ۳]

حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب نے اس سلسلے میں بڑی محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔ آپ کے مقالے کے درج ذیل اقتباسات صحیح نتیجے تک پہونچنے کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

قرآن مجید اور اللہ جل شانہ کے اسماے حسنیٰ اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماے کریمہ بالاجماع مکرم ومعظم ہیں۔ اور مکرم ومعظم سے در و دیوار کو سجانا بلاشبہہ اس کی توہین ہے۔ اس لیے ناجائز ہے۔

الف: اس کی نظیر ایک عورت کا بال دوسری عورت کے بال میں زینت کے لیے جوڑنا ہے، جس پر اللہ کی لعنت ہے۔ ایک عورت کا بال دوسری عورت کے بال میں جوڑنے کا مقصد زینت وآرائش ہی ہے، خود حدیث پاک کا واقعہ اس کا شاہد ہے، چناں چہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے:

"أن جارية من الأنصار تزوجت وأنها مرضت فتمعط شعرها فأرادوا أن يصلوا فسئلوا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: لعن الله الواصلة والمستوصلة."(صحيح البخاري ج۲ص ۷۸٤)

دلہن کے بال میں دوسری عورت کے بال جوڑنا زینت وآرائش کے لیے ہی ہوسکتا ہے، عذر کی وجہ سے بھی سوچا جاسکتا ہے مگر یہ عذر شرعاً ناقابل اعتبار ہے۔ ایک خاتون کا بال انسانی جز ہونے کی وجہ سے اگر اتنا مکرم ہوسکتا ہے کہ زینت کے لیے اس کا استعمال اس کی توہین اور بے وقعتی ہو تو آیات قرآنیہ اور اسماے مبارکہ کا زینت کے لیے استعمال بدرجۂ اولیٰ توہین اور بے وقعتی کا باعث ہوگا۔

ب: ٹھیک اسی دلیل اور اسی علت کی بنا پر فقہاے اسلام اور علماے امت نے بھی انسانی بال سے تزیین وآرائش کو ناجائز وگناہ قرار دیا۔ ہدایہ میں ہے: "ولا يجوز بيع شعور الانسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل، فلا يجوز أن يكون شئ من أجزائه مهانا، مبتذلا، وقد قال عليه الصلاة والسلام: لعن الله الواصلة والمستوصلة."

(ج:۳،ص:۳۹)

بال جیسی بے جان چیز سے آرائش تکریم انسانی کے لیے حرام قرار پائی تو آیات واسماے مبارکہ جیسے معظمات سے آرائش بدرجہ اولیٰ حرام قرار پائے گی کہ ان کی تکریم تکریم انسانی سے بڑھ کر ہے۔

ج: کسی کاغذ کے ٹکڑے پر اسم جلالت اللہ لکھا ہوا اور اس ٹکڑے کو کسی مطالعہ کی کتاب میں نشانی کے طور پر رکھا جائے تو اس میں نسبتاً یک گونہ ادب ہے۔ پھر بھی فقہاے کرام نے اسے ناجائز قرار دیا کہ اسم جلالت والے کاغذ کو جس غرض کے لیے استعمال کیا ہے عموماً اس کے لیے معمولی اور حقیر کاغذ کا استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس میں بھی اسم جلالت کی بے ادبی ہے۔

فتاویٰ عالم گیری (ج ۵ ص ۳۲۳) میں ہے:

لا يجوز أن يتخذ قطعة بياض مكتوب عليه اسم الله تعالى علامة فيما بين الأوراق لما فيه من الابتذال باسم الله تعالى اھ۔

(دیکھیے مقالہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب، ص ۱ر ۳)

یہ ہے مقالات کا خلاصہ جس سے عیاں ہے کہ اب بھی بہت سے گوشے تنقیح طلب ہیں:

تنقیح طلب گوشے

(۱) اسماے مبارکہ اور قرآنی آیات کو مینار، گنبد وغیرہ معظمات کی شکل دینا کیسا ہے؟

(۲) انہیں پھلوں، سبزیوں اور پتھروں وغیرہ بے جان چیزوں کی شکل دینا کیسا ہے؟

(۳) انہیں قدرتی پھلوں، مصنوعی پھلوں یا ان کی تصاویر پر تحریر کرنے کا حکم کیا ہے؟

(۴) مذکورہ کلمات وآیات کو سادہ خط میں لکھ کر متحرک کرنا کیسا ہے؟

(۵) قمقموں کے ذریعہ بنی ہوئی قرآنی آیات اور اسماے مبارکہ کی شکلوں کو قسم قسم کی حرکتوں سے متحرک کرنا کیسا ہے؟

(۶) خالص زینت کے لیے اسماے مقدسہ اور قرآنی آیات کے استعمال کا حکم کیا ہے؟

☆☆☆☆

انٹرنیٹ کے شرعی حدود

مولانا محمد صدر الوریٰ قادری

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تحت منعقد ہونے والے اٹھارہویں فقہی سیمینار کے لیے جن مسائل کا تعین ہوا ان میں ایک اہم مسئلہ ہے "انٹرنیٹ کے شرعی حدود" اس موضوع پر قوم وملت کے چوبیس علماے کرام و اربابِ افتا نے مقالات تحریر کیے اور اپنی تحقیقات مجلس شرعی کو ارسال کیں۔ ان کے صفحات کی مجموعی تعداد ایک سو دو ہے۔ ان میں بعض مقالے مختصر مگر جامع، بعض متوسط اور بعض بہت مفصل ہیں۔ اصولِ شرع کی روشنی میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے پانچ سوالات قائم کیے گئے تاکہ اس کے تمام گوشے واضح ہو جائیں اور منہاجِ شریعت تک رسائی ہو سکے۔

سوال نامہ کی ترتیب حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے دی ہے، جس میں موصوف نے موضوع کا مثبت اور منفی دونوں رخ پیش کرنے کے بعد درج ذیل سوالات قائم کیے:

(۱) انٹرنیٹ پر اچھا، برا، مفید اور مضر سب کچھ ہے تو شرعاً انٹر نیٹ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز، بصورتِ جواز انٹرنیٹ پر پھیلی برائیوں سے بچنے کی تدابیر کیا ہوں گی؟

(۲) اسلام مخالف مواد بھی انٹرنیٹ پر بہ کثرت ہے۔ اسلام و سنیت کے خلاف اعتراضات کا جواب دینے کے لیے دوسروں کی ویب سائٹس وزٹ کرنا ہوتی ہیں، جب کہ ۹۹؍ فی صد ویب سائٹس پر جان داروں کی تصاویر ہوتی ہیں، تو کیا ان ویب سائٹس کا وزٹ کرنا جائز ہے۔ وزٹ نہ کرنے کی صورت میں یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ ان ویب سائٹس پر اسلام مخالف کیا ہے اور نہ جاننے کی صورت میں جواب دینا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

(۳) انٹرنیٹ کا ایک آپشن ویڈیو کانفرنسنگ بھی ہے، اس میں باہم رابطہ کرنے والوں کی تصاویر مکمل نقل وحرکت کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ مختلف ممالک میں بیٹھ کر علما اور دانش ور کسی موضوع پر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اسی طرح ہم کلام ہوتے ہیں جس طرح ایک مجلس میں بیٹھ کر مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اسی طرح درس گاہوں اور اسپتالوں وغیرہ میں بھی ویب کیمرے کا استعمال ہو رہا ہے۔ ان تمام صورتوں میں انٹرنیٹ پر نقل وحرکت کرتی ہوئی تصویریں نظر آتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ اور تدریس وعلاج کے لیے ویب کیمرے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ویڈیو کانفرنسنگ کی شہادت کو بھی اب ہندوستانی عدلیہ نے تسلیم کر لیا ہے۔ بعض ملزمین کی گواہی ممبئی ہائی کورٹ میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ قبول کی جا رہی ہے۔ جج کے سامنے انٹرنیٹ پر گواہ اسی طرح اظہارِ خیال کرتا ہوا نظر آتا ہے جس طرح حقیقی موجودگی کی صورت میں۔ کیا اس پس منظر میں رویت ہلال کی شہادت قاضی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ لے سکتا ہے۔ واضح ہو کہ ویڈیو کانفرنسنگ میں پہلے سے بنی سی ڈیز استعمال نہیں کی جاتیں بلکہ سامنے والا اسی حالت میں نظر آتا ہے جس حالت میں وہ اس وقت ہوتا ہے۔ شاہدین قاضی کے ہر سوال کا جواب بھی دے سکتے ہیں اور قاضی شاہدین کا حلیہ اور نقل وحرکت بھی من وعن دیکھ سکتا ہے۔

(۵) ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ عقد نکاح کا کیا حکم ہے؟ عقد نکاح میں شاہدین کی موجودگی شرط ہے۔ ویڈیو کانفرنسنگ میں اگر عاقدین کے ساتھ شاہدین بھی موجود ہوں تو کیا نکاح درست ہو جائے گا؟

پہلے سوال کے جوابات

اس سوال کے جواب میں تین موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: یہ ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ابتداءً ناجائز ہے، ہاں ضرورت وحاجت اور تقاضاے مصلحت کی بنیاد پر کسی فرد خاص کے لیے محدود حد اور محدود وقت تک جواز کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس نظریہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر بعض مصالح ضرورت و حاجت کے دائرے میں آجائیں اور تصویر کے ساتھ انٹرنیٹ استعمال میں لائے بغیر وہ مصالح حاصل نہ ہوں اور وہ مصالح ضرورت وحاجت کے درجہ میں ہوں تو فرد خاص جس کے حق میں ضرورت وحاجت متحقق ہے، اس کے لیے وقتی طور پر جواز کی راہ نکل سکتی ہے۔ مگر عمومی طور پر جواز کا قول کرنا فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ یہ موقف مولانا قاضی فضل احمد کا ہے۔ الفاظ بھی من وعن ان ہی کے ہیں۔

دوسرا موقف: یہ ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے، دعوت وتبلیغ کے لیے بھی اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ یہ موقف مولانا شبیر احمد مصباحی برگدہی کا ہے، یہ لکھتے ہیں:

”شریعت میں شے کی حلت وحرمت کا مدار شے میں صلاح و فساد کا ہوتا ہے۔ بصورتِ صلاح حلت اور بصورتِ فساد حرمت کا ہی حکم ہوتا ہے۔ اور اگر شے صلاح وفساد دونوں کا مجموعہ ہو تو اس میں بہ اعتبار حکم فساد کی رعایت کی گئی ہے، جیسے شراب کہ اس میں نقصان کے ساتھ دنیوی فائدہ بھی ہے، باوجود اس کے شریعت اس کی حرمت ہی کا حکم دیتی ہے اور جب انٹرنیٹ بھی صلاح وفساد دونوں کا مجموعہ ہے تو اس کے استعمال کا بھی وہی حکم ہوگا کہ فقہ کا قاعدہ ہے درأ المفاسد أهم من جلب المصالح.“ (مقاله، ص: ۱)

تیسرا موقف: یہ ہے کہ انٹرنیٹ عالمی پیمانے پر معلومات کا ایک جال اور خودکار ذریعۂ ابلاغ ہے، جس میں مختلف کمپیوٹروں کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ ٹیلی فون اور سٹیلائٹ نظام سے دنیا کے بہت سے نیٹ ورک ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں۔ یہ فی نفسہ نہ تو اچھا ہے نہ ہی برا ہے، بلکہ یہ استعمال کے تابع ہے۔ اگر جائز ومباح کام کے لیے استعمال کیا جائے تو جائز ہے اور اگر ناجائز وحرام کام کے لیے استعمال کیا جائے تو ناجائز و حرام ہے و إنما لكل امرئ مانوى. اس کی مثال چھری کی ہے جو فی نفسہ اچھی ہے نہ بری، یہ استعمال کے تابع ہے، اگر اس سے سیب کاٹا جائے تو جائز ہے اور اگر اس سے کسی کا خون ناحق بہایا جائے تو اس کا استعمال حرام ہے۔ یا اس کی مثال شعر کی ہے جس میں فی نفسہٖ کوئی حسن وقبح نہیں بلکہ یہ مضمون کے تابع ہے۔ شعر میں اگر اچھی بات کہی جائے تو حدیث صحیح میں إن من الشعر لحكمة ارشاد ہوا ہے اور اگر اس سے بری بات کہی جائے تو الشعراء يتبعهم الغاؤن فرمایا گیا ہے۔ یہ موقف باقی سارے مقالہ نگار اور جمہور اہلِ قلم کا ہے۔ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی اس تعلق سے تفصیل مراتب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انٹرنیٹ کا استعمال جائز ومباح، مفید، غیر مضر امور کے لیے جائز ومباح ہے اور دعوت وتبلیغِ اسلام، اشاعتِ اسلام، حمایتِ دین ونکایت اعداے مسلمین کے لیے حکمِ جواز واباحت سے لے کر حکمِ فرض تک وسعت رکھتا ہے۔ یہ حالت، مقام، زمانہ کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ اور برے مضر امور کے لیے اس کا استعمال مکروہ سے لے کر حرام تک ساری ہوگا۔ اس میں حالات، زمانہ اور مقام کا دخل رہے گا۔“ (مقالہ، ص:۱)

بعض اہلِ قلم نے اپنے اس موقف پر درج ذیل جزئیہ سے استدلال کیا۔ فتاویٰ شامی جلد پنجم، ص: ۲۴۷ میں ہے:

”آلة اللهو ليست محرمة بعينها بل لقصد اللهو منها إما من سامعها أو من المشتغل بها ألاترى أن ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة و حرم أخرى باختلاف النية لسماعها والأمور بمقاصدها.“

راقم الحروف کے مقالہ میں استدلال کے طور پر فتاویٰ رضویہ کا درج ذیل اقتباس ہے:

”یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لیے موضوع نہیں جسے معازف ومزامیر میں داخل کر سکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن وقبح ومنع واباحت میں اسی آواز مودی بہ کا تابع ہوگا، جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکمِ مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ وتذکیر کی آواز سنی جائے تو حکمِ آواز وتذکیر میں ہے۔“

(رسالہ الکشف شافیا)

بعض اہلِ قلم نے اس تخصیص کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس کو اپنے او پر اعتماد ہو کہ وہ صرف اچھی اور مفید چیزوں کا استعمال کرے گا تو اس کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال جائز ہے اور اگر اسے یہ معلوم ہے کہ انٹرنیٹ سے جڑ جانے کے بعد وہ بری اور مضر چیزوں کے استعمال سے خود کو نہیں بچا سکے گا تو اس کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال ناجائز ہے، اور تمثیل کے طور پر حائضہ سے مباشرت کو پیش کیا ہے۔

اس سوال کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ بصورت جواز انٹرنیٹ پر پھیلی برائیوں سے بچنے کی تدابیر کیا ہوں گی؟

اس سوال کے جواب میں بعض مقالہ نگار یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے کہ انٹرنیٹ پر پھیلی برائیوں سے بچنے کی وہی تدابیر ہوں گی جو دوسری برائیوں سے بچنے کی تدابیر ہیں۔ مولانا ناصر حسین مصباحی نے پانچ تدابیر پیش کی ہیں، جن میں تین کا تعلق سرکاری تنظیموں اور سائٹوں کے مالکان سے ہے، جب کہ دو میں سے ایک خوفِ خدا ہے، جس کو بالعموم مقالہ نگاروں نے ذکر کیا ہے اور دوسری تدبیر یہ پیش کی ہے:

"عموماً انٹرنیٹ کے فن سے ہر واقف شخص سائٹ بلاک کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ اگر برے ویب سائٹوں کو اپنے کمپیوٹر پر بلاک کردیتا ہے تو وہ ویب سائٹ اس کمپیوٹر پر نہیں کھل سکتا۔"

دوسرے سوال کے جوابات

اس سوال کے جواب میں سارے مقالہ نگار اس امر پر متفق نظر آئے کہ اسلام وسنیت کے خلاف اعتراض کا جواب دینے کے لیے جو اس کی اہلیت رکھتا ہے اس کے لیے بوجہ حاجتِ شرعیہ دوسروں کی ویب سائٹ وِزٹ کرنا جائز ہے، اگرچہ ان پر ۹۹ فی صد جان داروں کی تصاویر ہوتی ہیں کہ فقہ کا ضابطہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات.

الاشباہ میں ہے:

لو کان أحدهما أعظم ضررا من الآخر فإن الأشد یزال بالاخف.

بعض اہلِ علم نے یہ بھی لکھا کہ وہاں اصل مقصود اعتراض کا جواب دینا ہے اور تصویر دیکھنا مقصود نہیں ہے۔ اس کی مثال اخبار ہے، جن میں جان داروں کی تصاویر ہوتی ہیں، پھر بھی علما اور عوام سب ہی اخبار خریدتے اور پڑھتے ہیں کیوں کہ مقصود خبریں پڑھنا ہے تصاویر دیکھنا مقصود نہیں ہے۔

بعض حضرات نے حکمِ جواز سے ترقی درجات کر کے فرض بھی لکھ دیا ہے، مولانا محمد انور نظامی مصباحی لکھتے ہیں:

"بلکہ ان پر فرض ہے کہ ان پر پھیلی ہوئی گم راہیوں سے ملت کو بچانے کے لیے ان کے مواد کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہیں اور ان کا جواب دیتے رہیں۔" (مقالہ، ص:۲)

مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی نے متعدد آیاتِ قرآنیہ کے تناظر میں اہلیت کے اوصاف بڑی تفصیل سے بیان کیے، وہ لکھتے ہیں:

"حسنِ نیت اور مقصدِ حسن کے ساتھ اگر ایسا مسلمان صاحب علم و دانش ان ویب سائٹس کو دیکھے جو اسلامیات کا ماہر اور عصر حاضر کے حالات، رجحانات اور تقاضوں سے پوری طرح باخبر ہو، جدید مفید علوم سے آگاہ اور مستقل مزاج ہو، اسے اسلام کی صداقت وحقانیت پر محکم یقین اور کامل اعتماد ہو، جلد باز اور عجلت پسند نہ ہو، خوش اخلاق اور شائستہ مزاج ہو، نرم مزاج و نرم دل ہو اسلام، شخصیاتِ اسلام یا اسلامی تاریخ اور تہذیب وتمدن پر ہونے والے اشتعال انگیز اقدامات و اعتراضات کو دیکھ کر انفعال، زود حساسیت اور غیظ وغضب کا شکار نہ ہو۔ ٹھوس، مضبوط اور مسکت دلائل کے ساتھ بہتر اور دل کش اسلوب و انداز میں ان پیش آمدہ اعتراضات کے جواب دے سکتا ہو۔ حکمت اور موعظت حسنہ پر پوری طرح کار بند ہو تو اس کے لیے بلاشبہہ ان ویب سائٹس کے وزٹ کی حاجت شرعی پالی گئی۔ اس لیے اس کے حق میں رخصت شرعی بھی متحقق ہو گئی۔" (مقالہ، ص:۲)

مولانا مفتی زاہد علی سلامی اور ان کے علاوہ کچھ اہل علم نے درج ذیل آیتِ کریمہ کو دلیل بنایا:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترهبون به عدو الله و عدوكم.

(سورہ انفال، آیت: ٦٠)

پھر موصوف نے تفسیر روح المعانی کا یہ اقتباس بھی نقل کیا اور

اسے اپنے موقف کی دلیل ٹھہرائی:

"وأنت تعلم أن الرمی بالنبال لا یصیب هدف القصد من العدو لأنهم استعملوا الرمی بالبندق والمدافع ولا یکاد ینفع معها نبل و إذا لم یقابلوا بالمثل عم الداء العضال (قال) فالذی أراه والعلم عند الله تعالیٰ تعیین تلك المقابلة علی أئمة المسلمین و حماة الدین ولعل فضل ذٰلك الرمی یثبت لهٰذا الرمی لقیامه مقامه فی الذب عن بیضة الاسلام ولا أری ما فیه من النار للضرورة الداعیة إلیه إلا سببا للفوز بالجنة."

حضرت مفتی محمد ایوب نعیمی نے الاشباہ والنظائر سے درج ذیل جزئیہ پیش کیا:

"یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام و علیه فروع کثیرة منها جواز الرمی إلی کفار تترسوا بصبیان المسلمین."

بعض لوگوں نے دلیل کے طور پر کہا کہ جس طرح فلسفہ میں طبعیات اور الٰہیات کے مباحث داخلِ درسِ نظامی ہیں، حالاں کہ وہ مباحث بہت ساری کفریات پر مشتمل ہیں لیکن ان کو داخلِ درس اسی لیے کیا گیا ہے تا کہ ان کے مزعومات باطلہ کی تردید ہو سکے۔

تیسرے سوال کے جوابات

اس سوال کے جواب میں بھی واضح طور پر چار موقف سامنے آئے۔

پہلا موقف: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ اور تدریس و علاج کے لیے ویب کیمرے کا استعمال ناجائز و حرام ہے، کیوں کہ اس میں تصویر کشی و تصویر سازی ہے جو ناجائز و حرام ہے اور یہاں کوئی حاجتِ شرعیہ بھی متحقق نہیں ہے، ٹیلی فون، موبائل وغیرہ اس کے متبادل موجود ہیں۔

دوسرا موقف: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ آپشن میں اگر کیمرے کا استعمال فحش مناظر کے لیے نہ کیا جائے، صرف تدریس و تدریب اور علاج و معالجہ مقصود ہو، پاکیزہ اجلاس، مبارک محفلوں کی عکاسی ہو، ممنوع تصویر کشی نہ ہو تو اس میں حرج نہیں، یہ موقف مولانا نصر اللہ رضوی کا ہے۔ موصوف نے دو الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ایک "عکاسی" دوسرا "تصویر کشی" اس لیے یہ متعین نہ ہو سکا کہ ویب کیمرہ میں نظر آنے والا منظر تصویر ہے یا عکس۔

تیسرا موقف: یہ ہے کہ بغیر کیمرے اور بغیر تصویر کے بھی نیٹ پر باتیں ہوتی ہیں، لہٰذا بلا ضرورت و حاجت باتصویر کانفرنسنگ کی اجازت نہیں، البتہ تدریس و علاج کے لیے بوجہ حاجت شرعیہ ویڈیو کانفرنسنگ کی اجازت ہے۔

اس موقف کا مدار اس پر ہے کہ ویب کیمرے میں دکھائی پڑنے والے مناظر حقیقت کے اعتبار سے تصاویر ہیں عکوس نہیں لہٰذا بلا حاجت شرعیہ ویڈیو کانفرنسنگ اور ویب کیمرہ کے استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ المعجم الوسیط میں ہے:

الصورة: الشکل، والتمثال المجسم.

التصویر: نقش صورة الأشیاء، أو الأشخاص علی لوح أو حایط أو نحوهما بالقلم أو الفرجون أو بآلة التصویر.

المصورة: آلة تنقل صوره الأشیاء المجسمة بانبعاث أشعة ضوئیه من الأشیاء، تسقط علی عدسة فی جزئها الأمامی و من ثم إلی شریط أو زجاج حساس فی جزئها الخلفی فتطبع علیه الصورة بتأثیر الضوء فیه تأثیر کیمیاویا.

چوتھا موقف: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ اسکرین پر جو مناظر دکھائی دیتے ہیں وہ در حقیقت عکوس ہیں، تصاویر نہیں ہیں۔ ویڈیو کانفرنسنگ اور ویب کیمرے کا استعمال تصویر کشی کے زمرے میں نہیں آتا، اس کی مثال آئینہ جیسی ہے یعنی جدید سائنس نے ترقی کر کے ایک ایسا آئینہ دریافت کر لیا ہے جو گرد و پیش کے مناظر کو ٹی وی یا کمپیوٹر کی اسکرین پر منتقل کر دیتا ہے۔

بعض اہلِ قلم نے عکس ماننے کے بعد یہ استدراک کیا ہے کہ اگر ویب کیمرے میں تصویریں مقید کر لی جائیں پھر انھیں اسکرین پر دکھایا جائے تو ناجائز ہے۔

مولانا ابرار احمد اعظمی نے اپنے موقف کی تائید و توثیق کے لیے ایک استفتا اور حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس

شرعی وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ کے جواب کا ذکر کیا۔ استفتا کی نقل یہ ہے:

"ایک کیمرہ لگا کر ٹیلی ویژن، آفس میں رکھ کر ادارے کی تمام کارروائیوں پر نظر رکھنا کیسا ہے، جیسا کہ آج کل اسپتالوں میں، بڑی بڑی مساجد میں، بڑے بڑے شوروم وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس میں کوئی فوٹو نہیں کھینچا جاتا ہے، بعینہ صورت موجودہ ٹیلی ویژن کے پردے پر نظر آتی ہے۔"

جواباً تحریر فرمایا:

"جب اس کیمرے سے فوٹو نہیں کھینچا جاتا، بلکہ ایک مخصوص سسٹم سے صرف صورت کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اپنے ملازمین کی مصروفیات پر ڈیوٹی کے اوقات میں نظر رکھنا جائز و درست ہے۔" (مقالہ، ص: ۴)

چوتھے سوال کے جوابات

اس سوال کے جواب میں صرف دو نظریات سامنے آئے:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ قاضی رویتِ ہلال کی شہادت لے سکتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر صرف دو علمائے کرام کا ہے۔

مولانا اختر کمال قادری لکھتے ہیں:

"ویڈیو کانفرنسنگ کے سوال نامے میں وضاحت کے پیش نظر قاضی رویتِ ہلال کی شہادت لے سکتا ہے بالخصوص جب کہ ہمارے اہلِ سنت کے بعض سیمینار میں خبر استفاضہ کے ذریعہ رویتِ ہلال کے ثبوت کا جواز فراہم کیا گیا ہے۔ ہاں اس کے لیے کچھ ضروری راہ نما قیود رکھی جائیں تا کہ آزادی کا سدِ باب ہو سکے۔
(مقالہ، ص: ۲)

حضرت مفتی محمد ایوب نعیمی لکھتے ہیں:

"جب ویڈیو کانفرنسنگ اور بہر سو موبائل وغیرہ سے رویت کی خبر پر ظن غالب ہو جائے تو اعتبار کر لینا چاہیے۔"

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ قاضی رویتِ ہلال کی شہادت نہیں لے سکتا، یہ نقطۂ نظر باقی تمام علمائے کرام کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شہادتِ شرعیہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ گواہ بنفسِ نفیس قاضی کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دے، ویڈیو کانفرنسنگ میں گواہ بنفس نفیس موجود نہیں ہوتے، وہ کہیں دور رہتے ہیں، قاضی اسکرین پر محض ان کی متحرک تصاویر دیکھتا ہے جو گواہوں کی نقل و حکایت کرتی ہیں، اور تصویر و مثال پر اصل شے کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ اس لیے شہادتِ شرعیہ کا مفہوم ویڈیو کانفرنسنگ کی گواہی پر صادق نہیں آتا، عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"وهی (الشهادة) فی اللغة عبارة عن الإخبار بصحة الشیٔ عن مشاهدة و عیان ولهٰذا قالوا إنها مشتقة من المشاهدة التی تنبئی عن المعاینة، و فی اصطلاح اهل الفقه عبارة عن إخبار صادق فی مجلس الحکم بلفظ الشهادة." (٦/ ٤٤٦)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"وهی فی الشریعة عبارة عن اخبار بصدق مشروطا فیه مجلس القضاء ولفظ الشهادة." (٦/ ٤٤٦)

بہارِ شریعت میں ہے:

"کسی حق کے ثابت کرنے کے لیے مجلس قاضی میں لفظ شہادت کے ساتھ سچی خبر دینے کو شہادت یا گواہی کہتے ہیں۔" (۱۲/ ۸۸)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

" هی إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی."

بدائع الصنائع میں ہے:

"وأما الذی یخص المکان فواحد و هو مجلس القاضی لأن الشهادة لا تصیر ملزمة إلا بقضاء القاضی فتختص بمجلس القضاء." اھ (٥/ ٤١٧)

تبیین الحقائق میں ہے:

"الشهادة هی إخبار عن مشاهدة و عیان لا عن تخمین وحسبان هٰذا فی اللغة، فلهٰذا قالوا: إنها مشتقة من المشاهدة التی تبنی علی المعاینة، و قیل هی مشتقة من الشهود بمعنی الحضور لأن الشاهد یحضر مجلس القضاء و مجلس الواقعة و هی فی اصطلاح الشریعة عبارة عن اخبار بصدق مشروط فیه مجلس القضاء ولفظ الشهادة." (٥/ ١٤٥)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”ولو نظر فی مرأۃ ورأی فیها فرج امرأۃ فنظر عن شهوۃ لا تحرم علیه أمها و ابنتها لأنه لم یر فرجها و إنما رأی عکس فرجها.“(۲/ ٦)

فتح القدیر میں ہے:

”المرئی فی المرأۃ مثاله لاهو و بهٰذا عللوا الحنث فیما إذا حلف لا ینظر إلی وجه فلان فنظر فی المرأۃ أو الماء، و علی هٰذا فالتحریم به من وراء الزجاج بناء علی نفوذ البصر منه فیری نفس المرئی بخلاف المرأۃ والماء وهٰذا ینفی کون الإبصار من المرأۃو من الماء بواسطۃ انعکاس الأشعۃ وإلا لرآہ بعینه بل بانطباع مثل الصورۃ فیهما بخلاف المرئی فی الماء لأن البصر ینفذ فیه إذا کان صافیا فیری نفس مافیه وإن کان لا یراہ علی الوجه الذی هو علیه.“

پانچویں سوال کے جوابات

اس سوال کے جواب میں دوموقف سامنے آئے:

پہلا موقف: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ میں اگر عاقدین کے ساتھ شاہدین بھی موجود ہوں اور وہ ایک ساتھ عاقدین کی گفتگو سن رہے ہوں تو نکاح درست ہے۔ یہ نقطۂ نظر دو مقالہ نگاروں کا ہے۔[۱] مولانا شمشاد احمد مصباحی [۲] مولانا ساجد علی مصباحی۔

مقدم الذکر لکھتے ہیں:

”میری نظر میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نکاح درست ہے، گوکہ عقدِ نکاح میں اختلافِ مجلس ہے مگر اس کے باجود اتحادِ مجلس کا جومقصود اور غرض ہے وہ حاصل ہے۔ اتحادِ مجلس کی شرط کا مقصود یہ ہے کہ ایجاب وقبول میں زماناً مقارنت واتصال پایا جائے، قدیم زمانے میں عاقدین کے لیے الفاظ ایجاب وقبول کی سماعت و مقارنت اتحادِ مجلس کے بغیر متصور نہ تھی، اس لیے فقہاے کرام نے انعقادِ عقد کے لیے اتحادِ مجلس کی شرط لگائی اور اب جدید ذرائع ابلاغ کی وجہ سے عاقدین ہزاروں میل کے فاصلے پر رہتے ہوئے ایجاب وقبول کر لیتے ہیں اور ان دونوں میں مقارنتِ زمانیہ پائی جاتی ہے تو اب اتحادِ مجلس کو شرط لازم نہیں سمجھنا چاہیے۔“

(مقالہ، ص:۳)

موخر الذکر لکھتے ہیں:

”نکاح میں شرط یہ ہے کہ مجلس نکاح میں دونوں گواہان موجود ہوں اور ایک ساتھ عاقدین کا کلام سنیں خواہ اتحادِ مجلس حقیقۃً ہو یا حکماً، خواہ گواہان عاقدین کو دیکھ رہے ہوں یا نہ دیکھ رہے ہوں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

ولو أرسل إلیها رسولا أوکتب إلیها بذٰلك کتابا فقبلت بحضرۃ شاهدین سمعا کلام الرسول وقراءۃ الکتاب جاز لاتحاد المجلس من حیث المعنی و إن لم یسمعا کلام الرسول و قراءۃ الکتاب لا یجوز عندهما و عند أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ یجوز ، هٰکذا فی البدائع.

ویڈیو کانفرنسنگ میں اگر چہ حقیقۃً اتحادِ مجلس نہیں ہے، لیکن حکماً اتحادِ مجلس ہے۔“(مقالہ، ص؛۳)

دوسرا موقف: یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نکاح منعقد نہ ہوگا، اگر چہ ویڈیو کانفرنسنگ میں عاقدین کے ساتھ شاہدین بھی موجود ہوں اور سب کی تصویریں بھی نظر آتی ہوں، کیوں کہ انعقادِ نکاح کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو اور مجلس نکاح میں گواہان حاضر ہوں اور عاقدین کے ایجاب وقبول کو ایک ساتھ سنیں۔ ویڈیو کانفرنسنگ میں جب مجلس ایجاب کے گواہ مجلس قبول میں حاضر نہیں، یوں ہی مجلس قبول کے گواہ مجلس ایجاب میں حاضر نہیں اور تنہا ایجاب یا قبول کی مجلس میں حاضر ہونا معتبر نہیں کہ نکاح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا۔ یہ موقف باقی تمام علماے کرام کا ہے۔ اس کے ثبوت میں متعدد جزئیات پیش کیے گئے ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”ومنها أن یکون الإیجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس بأن کانا حاضرین فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لا ینعقد وکذا إذا کان أحدهما غائبا لم ینعقد.“(ج:۱، ص:۲٦۹)

اسی میں ہے:

ومنها سماع الشاهدین کلامهما معا هکذا فی

فتح القدير، ولو سمعا كلام أحدهما دون الآخر أو سمع أحدهما كلام أحدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح، هكذا في البدائع. (ج:١، ص:٢٦٧)

رجل زوج ابنته من رجل في بيت و قوم في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم إن كان من هٰذا البيت إلى ذٰلك البيت كوة رأوا الأب منها تقبل شهادتهم و إن لم يروا الأب لا تقبل كذا في الذخيرة."

(ج:١، ص:٢٦٨)

مولانا نصر اللہ رضوی نے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نکاح کے عدم انعقاد پر جزئیات فقہیہ پیش کرنے کے ساتھ فقہی سیمینار بورڈ دہلی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے تیسرے فقہی سیمینار کا فیصلہ بھی نقل کیا ہے۔ فیصلے کا متن اس طرح ہے:

"لڑکا اور لڑکی دونوں دو مختلف شہروں میں رہ کر یا ایک ہی شہر کے اندر رہ کر غائبانہ طور پر ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر گفتگو کے ذریعہ ایجاب وقبول کرتے ہوئے نکاح کریں تو یہ نکاح صحیح نہیں، اگرچہ دو گواہ لڑکی کے پاس اور دو گواہ لڑکے کے پاس موجود ہوں، اور دونوں کی تصویر بھی نظر آتی ہو، کیوں کہ صحتِ نکاح کے لیے ایجاب و قبول کو ایک ساتھ سننا شرط ہے، جب کہ محفلِ ایجاب کے گواہ محفلِ قبول میں حاضر نہیں، یوں ہی محفلِ قبول کے گواہ محفلِ ایجاب میں حاضر نہیں اور تنہا ایجاب یا قبول کی محفل میں حاضر ہونا معتبر نہیں کہ نکاح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، اس کے علاوہ کچھ دوسرے مفاسد بھی اس طریقۂ عمل میں ہیں۔"

یہ فیصلہ ۲۵/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۷/فروری ۲۰۰۴ء منگل شام کو صادر ہوا۔ (رپورٹ، ص:۱۵، ۱۶)

اس دشواری کو حل کرنے کے لیے کئی ایک اہلِ علم نے توکیل کی صورت ذکر کی ہے، مثلاً لڑکی کسی مرد کو اس بات کا وکیل بنا دے کہ وہ اس کو اپنے حبالۂ عقد میں داخل کر لے اور وہ کم از دو گواہوں کی موجودگی میں کہہ دے کہ میں نے فلانہ سے نکاح کیا۔ یا دونوں کسی مرد کو وکیل بنا دیں کہ وہ دونوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دے۔ وقایہ، پھر شرح وقایہ میں ہے:

"و يتولي طرفي النكاح واحد ليس بفضولي من جانب أي يتولى واحد الإيجاب والقبول و هو علي أقسام أن يكون أصيلا ووكيلا أو وليا من الجانبين أو وكيلا من الجانبين أو وليا من جانب ووكيلا من جانب."

فقہی سیمینار بورڈ دہلی کے فیصلے میں بھی طرفین میں شہروں یا ملکوں کی دوری برقرار رکھتے ہوئے توکیل کی صورت ذکر کی گئی ہے جس کا حوالہ بعض اہل علم نے دیا ہے۔ یہ ہے مقالات کا خلاصہ، اب اس کے بعد درج ذیل امور تنقیح طلب رہ جاتے ہیں۔

تنقیح طلب گوشے

(١) شرعاً انٹرنیٹ کا استعمال کیسا ہے؟
(٢) ویڈیو کانفرنسنگ اور تدریس وعلاج کے لیے ویب کیمرے کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟
(٣) ویب کیمرے کے ذریعہ ٹی وی اور کمپیوٹر کی اسکرین پر جان داروں کے نظر آنے والے مناظر تصاویر ہیں یا عکوس؟
(٤) ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ اداے شہادت کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆☆☆☆

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں
یو. کے میں
مولانا قاری محمد اقبال صاحب
۲۹/رولفٹ اسٹریٹ، بولٹن، بی ایل آئی۔۸/ایل این، لینکس، یو. کے.

اٹھارہویں فقہی سیمینار کے فیصلے

مفتی محمد نظام الدین رضوی

الحمدللہ! مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کا اٹھارہواں فقہی سیمینار اپنے مقررہ اوقات (۱۷/۱۸/۱۹/صفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۲/۲۳/۲۴/جنوری ۲۰۱۱ء) میں منعقد ہوا، جس میں علماے کرام نے کافی تیاری کے ساتھ مناقشات میں حصہ لیا اور تمام پیش آمدہ مسائل کے فیصلے باتفاق راے ہو گئے، فیصلے یہ ہیں۔

پہلی اور دوسری نشست

۱۷/صفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۲/جنوری ۲۰۱۱ء بروز شنبہ

پہلا موضوع - اینی میشن کا شرعی حکم

اینی میشن (animation) انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے بے جان کو جان دار کرنا، ساکن وجامد کو متحرک وفعال بنانا، کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی اصطلاح میں اینی میشن کا مطلب حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ مخلوقات کی ساکن وجامد تصاویر کو اس طرح خودکار اور فعال بنا دینا کہ وہ حقیقی شے کی طرح حرکت وعمل کرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ تفصیل سوال نامے میں ہے۔

اس موضوع کے تحت خاص سوالات یہ تھے:

(۱) کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر ہے یا نہیں؟

(۲) ذی روح کی تصویر بنانے کی حرمت احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے۔ جان دار کی تصویر رکھنے اور دیکھنے، دکھانے، اسی طرح خریدنے، بیچنے کی حرمت کس دلیل سے ثابت ہے؟

(۳) طب وجراحت کی تعلیم کے لیے کارٹونی تصاویر کا استعمال کیسا ہے؟

(۴) اسلامی غزوات اور اسلامی تاریخ وشخصیات سے متعلق اینی میٹڈ تصویری یا کارٹونی پروگرام، فلمیں یا فلیش دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟

ان سوالات کے جوابات میں مقالات دیکھنے کے بعد یہ متعین کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ تصویرِ جان دار کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ کارٹون پر صادق آتی ہے یا نہیں؟ پھر ان تصاویر اور کارٹونوں کے احکام کیا ہیں؟ ان امور پر بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین جو فیصلے ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) تصویر ذی روح وہ ہے جو جنس حیوان کی حکایت ومشابہت پر مشتمل ہو، اس طرح کہ سر اور چہرہ کسی حیوان کا ہو۔ (ماخوذ از کتب حدیث وفقہ ولغت، فتاویٰ رضویہ، ج:۱۰، ص:۵۰، کتاب الحظر والاباحۃ)

(۲) وہ کارٹون جو جنسِ حیوان کی مشابہت پر مشتمل ہو وہ تصویر ذی روح ہے، جو ایسا نہ ہو وہ ذی روح کی تصویر نہیں۔

(۳) ذی روح کی تصویر بنانے کا جو حکم ہے وہی حکم ذی روح کا کارٹون بنانے کا بھی ہے۔ غیر ذی روح کی صورت گری حرام نہیں، اسی طرح غیر ذی روح کا کارٹون بھی حرام نہیں، کیوں کہ اس سے بھی حکایتِ حیات نہیں ہوتی۔

(۴) جان دار کی تصویریں بروجہ اعزاز رکھنا ناجائز ہے، جب کہ رکھنے کی حاجت وضرورت نہ ہو، اسی طرح جو تصویریں تفریحِ نظر کے لیے بنائی اور دکھائی جاتی ہیں، انھیں بالقصد دیکھنے میں بنانے والوں کی اعانت اور مقصد برآری ہے، اس لیے انھیں قصد وشوق یا اعزاز کے ساتھ دیکھنا بھی جائز نہیں۔

لیکن اگر بر بنائے حاجت تصویر بنی اور اس کا دیکھنا دکھانا بطور حاجت ہوتا ہے تو یہ دیکھنا، دکھانا جائز ہے، جیسے تصویروں کا بطور اہانت رکھنا اور دیکھنا جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”عنایہ سے گزرا نَحْنُ اُمِرْنَا بِاِھَانَتِھَا تو ترکِ اہانت میں ترک حکم ہے۔“

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رکھنا، دیکھنا بطورِ اہانت نہ ہو تو اسے بطور اعزاز مانا جائے گا، ہاں حاجت و ضرورت کی صورتیں اس سے الگ ہیں۔

حاجت کا مطلب یہ ہے کہ تصویر نہ ہو تو انسان ضرر اور مشقت میں مبتلا ہو جیسے شناختی کارڈ، پاس پورٹ، راشن کارڈ کی تصویریں، جن کے بغیر انسان ضرر اور حرج میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح بعض مواقع اور واقعات کی تصویریں نہ ہوں اور ان سے متعلق حکومت یا کورٹ کی تفتیش ہو تو اپنا دفاع مشکل ہوگا اور سخت ضرر ہوگا، یہ بھی درجۂ حاجت میں ہیں، مثلاً یورپ وغیرہ کی بعض مسجدوں میں آلاتِ مصوری اس مقصد سے نصب ہوتے ہیں کہ یہ ثبوت فراہم کیا جا سکے کہ یہاں آنے جانے والے کون تھے اور کوئی حادثہ ہوا تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

آج کل بہت سی عام استعمال کی چیزیں اور دواؤں کے ڈبے وغیرہ جان دار کی تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ دوکان دار انھیں لیتے اور دوکانوں میں حفاظت سے رکھتے ہیں، پھر خریدار ان سے حاصل کرتے اور اپنے کام میں لاتے ہیں، ان چیزوں کی خرید و فروخت اور استعمال میں تصویروں کا دیکھنا ضمناً اور تبعاً ہوتا ہے اور نظر سے بچنا سخت مشکل ہے، اس لیے ایسی تصویریں دائرۂ ممانعت میں نہ ہوں گی۔

⑤ وہ پروگرام جس میں کارٹونوں کے ذریعہ اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے، یا اسلامی شخصیات کے حقیقی کردار کو مسخ کیا گیا ہے، ایسے پروگرام دیکھنا اور ان کی سی ڈی خریدنا، بیچنا، دیکھنا جائز نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ ذمہ دار اہلِ علم رد کے لیے انھیں دیکھیں۔

⑥ طب و جراحت کی تعلیم میں اب تصاویر لازمی طور پر داخل ہو چکی ہیں اور مسلمان طالب علم کا ان تصویروں کے بغیر اس فن کو حاصل کرنا دشوار ہے، اس لیے طب و جراحت کی تعلیم کے لیے ایسی تصاویر کا استعمال جائز ہے۔

⑦ اسلامی فرائض و واجبات اور اخلاق و آداب کی تعلیم کے نام پر بدمذہبوں نے سی ڈیاں تیار کر رکھی ہیں، جو بہت سی غلط معلومات پر بھی مشتمل ہیں اور ناواقف طلبہ و عوام ان کے ذریعہ مسائل سیکھ رہے ہیں۔ ان سے طلبہ و عوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے، اس لیے جہاں طلبہ و عوام سے علمائے اہلِ سنت براہِ راست رابطہ کر کے انھیں تعلیم نہ دے پاتے ہیں وہاں کم از کم یہ انتظام ہو کہ اپنے علما کے ذریعہ ایسی آسان اور صحیح سی ڈیاں فراہم ہوں جن سے ناواقف لوگ استفادہ کر سکیں۔

مختصر یہ کہ جہاں حاجت متحقق ہو وہاں دینی معلومات کی فراہمی کے لیے ایسی سی ڈیاں تیار کرانا اور استعمال میں لانا جائز ہے، جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم و علمہٗ أتم و أحکم.

تیسری نشست

۱۸؍صفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۳؍جنوری ۲۰۱۱ء بروز یک شنبہ، صبح

دوسرا موضوع - برقی کتابوں کی خرید و فروخت

برقی کتابوں کا تفصیلی تعارف سوال نامے میں دینے کے بعد چند سوالات قائم کیے گئے تھے، جواب میں ۳۹؍مقالات مجلس شرعی کو موصول ہوئے۔

ایک سوال یہ تھا کہ برقی کتابیں اگر سی ڈی (C.D) یا ڈی وی ڈی (D.V.D) میں محفوظ ہوں تو ان کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سی ڈی وغیرہ میں محفوظ برقی کتابوں پر مال کی تعریف صادق ہے اور ثمن کے عوض انھیں لینا شرعاً بیع ہے، جو بلاشبہہ جائز و درست ہے۔

سیمینار میں یہ امر زیرِ بحث آیا کہ وہ مخصوص شعاعیں جو بنام کتاب ناشر کے کمپیوٹر یا ہارڈ ویئر میں محفوظ ہیں، خریدار محض کوڈ نمبر معلوم کر کے انھیں اپنے کمپیوٹر یا ہارڈ ویئر میں منتقل کرتا ہے اور ثمن ادا کرتا ہے، یہ بیع ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز ہے یا نہیں؟

جواب میں اس پر گفتگو ہوئی کہ بیع باہمی رضامندی سے مال کو مال سے باہم بدلنے کا نام ہے تو شعاعیں مال ہیں یا نہیں؟

اس کے حل کے لیے یہ تنقیح ضروری تھی کہ مال کی تعریف کیا ہے؟ پھر وہ تعریف ان شعاعوں پر صادق ہے یا نہیں؟ اس کے تحت مال کی درج ذیل تعریف و تنقیح پر مندوبین کا اتفاق ہوا۔

مال کی تعریف: مال وہ عین ہے جس کی طرف طبائع میل

کریں اور وقتِ حاجت کے لیے جمع کر کے رکھا جائے۔

اس تعریف میں مال کے "عین" ہونے کی قید اتفاقی نہیں، بلکہ احترازی ہے، یہی ظاہر الروایہ ہے، اور شارحینِ کتب مذہب نے اپنی شرحوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

علامہ ابنِ ہمام فرماتے ہیں:

"المالُ عين يمكن احرازها و امساكها."

(فتح القدير، ٦/ ٣٩٣، باب البيع الفاسد)

مجمع الانہر میں ہے:

"والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذال." (ج:٣، ص:٤)

شروح وفتاویٰ میں بیع کی جو چار بنیادی قسمیں بیان کی گئی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ مال میں "عین" کی قید احترازی ہے۔

ہدایہ وعالم گیری میں ہے:

"واما انواعه فبا لنظر الى البيع اربعة: بيع العين بالعين وهى المقايضة. و بيع الدين بالدين و هو الصرف. و بيع الدين بالعين و هو السَّلَمُ. وعَكسُهٗ و هو بيعُ العَينِ بالدَّينِ كاكثرِ البياعات. هكذا فى البحر الرائق." (عالم گيري، ج:٣، ص:٣، الباب الاول من كتاب البيوع)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقدِ بیع، اعیان پر وارد ہوتا ہے، یوں ہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے۔"

(ج:٨،ص:١٨٧، رسالہ اجود القِریٰ لطالب الصحۃ فی اجارۃ القُریٰ)

جامع الرموز میں محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعریف نادر الروایہ "مَا مَلَكتَهٗ مِن كُلِّ شَيءٍ" سے اعراض کے بھی مال ہونے کا جو ثبوت فراہم ہوتا تھا، اس کے متعلق علامہ قہستانی نے یہ تعریف ذکر کرنے کے بعد صراحت فرما دی ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ کتبِ اصول کی رو سے اَعراض مال نہیں۔

فرماتے ہیں: "والتّحقيقُ عَلى مَا فى الأُصولَ اَنَّهَا ليست بمال فانه مايدّخر لوقت الحاجة."

(جامع الرموز المعروف بـ قهستاني، ج:٢، ص:٢)

اب دیکھنا یہ تھا کہ مخصوص شعاعوں پر مال کی یہ تعریف صادق ہے یا نہیں؟

جواب میں جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا کہ شعاعیں چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب جسم ہیں اور جمع، ذخیرہ اندوزی، منتقلی، تصرف وتبدیل وغیرہ خواص جسم کے قابل وحامل ہیں۔ اس لیے یہ بلاشبہہ مال ہیں اور ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

کتاب "بجلی کی کہانی" میں ہے:

تھامسن (١٨٥٦ء-١٩٤٠ء) نے دیکھا کہ جب کسی خالی نلکی (جس میں ہوا بھی نہ ہو) کے دونوں سِروں کے درمیان بہت زیادہ وولٹیج لگایا جاتا ہے تو اس کی کیتھوڈ سے روشنی کی ایک لہر اٹھتی ہے جس سے پوری نلکی منور ہوجاتی ہے اور یہ کیتھوڈ شعاعیں برقی اور مقناطیسی قطعوں سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ شعاع برقی ہے۔ لیکن نلکی تو بالکل خالی تھی۔ اس نلکی کو "کروکس ٹیوب" (Croo ckes Tube) کہا جاتا تھا۔

کیا بجلی خلا میں سفر کر سکتی ہے؟

٣٠/اپریل ١٨٧٩ء کو جب تھامسن اس نلکی کو غور سے دیکھ رہے تھے تو اچانک ان کے تمام شبہات دور ہو گئے۔ انھیں یقین تھا کہ یہ شعاع برقی ہے اور اس میں لاتعداد برقی ذرات موجود ہیں۔ کیتھوڈ سے نکل کر یہ نلکی کے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور نلکی کو منور کر دیتے ہیں۔ تھامسن نے مانا کہ جب کسی دھاتی تار سے برقی رو گزرتی ہے تو یہی ذرات اس تار میں بہتے ہیں۔

اب سوال یہ تھا کہ ذرات آتے کہاں سے ہیں؟ ان کی اصل فطرت کیا ہے؟ یہ خالی نلکی سے تو پیدا نہیں ہوسکتے، تو پھر یہ آئے کہاں سے؟ کیا یہ مادّے کے ایٹموں سے نکلے ہیں؟ اسی کش مکش میں انھوں نے تجربہ گاہ میں چہل قدمی شروع کر دی۔ اگر ان کا خیال صحیح ہے تو ان کی یہ ایجاد صدیوں سے چلی آ رہی لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کر دے گی کہ ایٹم غیر منقسم ہوتے ہیں۔ اگر یہ ذرات واقعی مادّے کے ایٹموں سے خارج ہوئے ہیں تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ایٹم اور بھی چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنا ہوتا ہے؟ تھامسن یہ جان گئے کہ انھوں نے ایک عظیم اور اہم ایجاد کر لی ہے۔ کیتھوڈ شعاع پر برقی اور مقناطیسی قطعوں کے اثر کا مشاہدہ کر کے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شعاع کے ان ذرات پر منفی چارج ہے۔

اس سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہر مادّے کے ایٹم منفی برقی ذرات سے بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ان ذرات کو الیکٹرانس

(Electrons) کا نام دیا۔

تھامسن نے یہ خیال بھی پیش کیا کہ ایٹم سے یہ ذرات بہ آسانی الگ کیے جاسکتے ہیں۔ اسی خیال کی بنیاد پر، برقی سائنس کی بہت سی مشکلات حل ہوسکیں اور بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا۔ مادّے رگڑے جانے سے برقیا کیوں جاتے ہیں؟ اور جب کسی تار کے دونوں سروں کے درمیان ایک وولٹیج لگایا جاتا ہے تو اس سے برقی رو کیوں بہنے لگتی ہے؟ تھامسن کے نظریے نے ان سبھی سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا۔

اسٹیفن گرے نے ایک مرتبہ اپنے دوست ویلر سے کہا تھا، ”گرینول، مجھے اکثر یہ خیال آتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ ہم بجلی کی صحیح فطرت جان جائیں، تو اس پوری کائنات کا راز خود بخود فاش ہوجائے گا۔“

مادّے کے بارے میں جیسے جیسے ہماری جانکاری بڑھتی جارہی ہے ویسے ویسے ہماری سمجھ میں آرہا ہے کہ اسٹیفن گرے غلط نہیں تھے۔ ایٹموں کی دنیا درحقیقت بجلی کی دنیا ہے۔ اس لیے ایٹم کی صحیح فطرت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم بجلی کے بارے میں جانیں۔

میکسویل ایک عظیم ریاضی داں تھے۔ انھوں نے ریاضی کی مدد سے یہ واضح کیا کہ کم یا زیادہ ہونے والی شدت کے برقی قطعہ کے چاروں طرف ایک مقناطیسی قطعہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہی نہیں، انھوں نے ریاضی کے فارمولے کے ذریعے یہ ثابت کر دکھایا کہ جب بھی برقی اور مقناطیسی قطعہ میں تبدیلی آتی ہے تو اس کا اثر لہروں کی شکل میں پھیلتا ہے۔ یہ لہریں بے تار کی لہریں کہلاتی ہیں۔

جب میکسویل نے اپنے سادہ آلے سے بن تاروں کے لہروں کے وجود کو ثابت کیا تو انھوں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ان کا تجربہ ترسیل کی دنیا میں کراماتی سدھار لائے گا۔

میکسویل کے انتقال کے دس سال بعد ایک جرمن سائنس داں ہینرش ہرٹز (۱۸۵۷ء-۱۸۹۴ء) نے ان کے نظریے کی تصدیق کی۔

اس کہانی کے اگلے باب کے ہیرو جگدیش چندر بوس نے ثابت کر دیا کہ غیر مرئی برقی لہریں اور مرئی روشنی کی لہریں دونوں یکساں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں انھوں نے ایک مقالہ ایشیاٹک سوسائٹی میں پڑھا جو اسی موضوع پر تھا۔ غیر مرئی برقی لہروں کی تحقیقات کے دوران انھیں خیال آیا کہ برقی مقناطیسی لہروں کے ذریعہ خلا میں پیغامات بھیجے جاسکتے ہیں۔ یہ غیر مرئی روشنی کسی بھی اینٹ، پتھر اور یہاں تک کہ عمارت کے بھی پار جاسکتی ہے، اس لیے ان لہروں کے ذریعہ بغیر کسی تار کے ہی پیغام بھیجا جاسکتا ہے۔ (بجلی کی کہانی، ص:۶۹، تا ۷۵ کے اقتباسات)

کتاب ”ایجادات کی کہانی“ میں ہے:

”میکس ویل کے خیال میں روشنی، گرمی، بجلی اور مقناطیسی اثرات کی لہروں کی شکل میں چلتی ہیں۔ یہ لہریں سمندر کی لہروں کی طرح مختلف جسامت کی ہوتی ہیں۔ کچھ بہت تیزی سے قریب قریب چلتی ہیں اور کچھ دور دور چلتی ہیں۔ میکسویل نے یہ خیال ظاہر کیا کہ بجلی کی مقناطیسی لہریں اسی طرح چلتی ہیں۔ یہ روشنی کی رفتار پر چلتی ہیں جو کہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ اس نظریہ کے عملی نتائج بہت معنی خیز اور دل چسپ تھے، مگر دشواری یہ تھی کہ ان لہروں کو معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کے لیے ایک ایسے آلے کی ضرورت تھی جس سے انھیں روک لیا جائے۔ میکسویل کے اس نظریہ پر ہرٹز نے تحقیقات شروع کیں اور خود تجربے کرکے ان لہروں کو معلوم کیا اور اس طرح میکسویل کے نظریہ کو صحیح قرار دیا۔ (ص:۶۲)

کتاب ”بائیو گیس پلانٹ“ میں ہے:

”زمین کو سورج سے جو لامحدود توانائی سیدھے یا غیر سیدھے طریقہ سے ملتی ہے وہ زمین پر حیوانات و نباتات کی زندگی اور فروغ کے لیے ذمہ دار ہے۔ سورج لگاتار اپنے اندرونی نیوکلیئر فیوزن (Nuclear Fusion) کے عمل سے ۳۸۰ر میلین میگا واٹس (380 Million Mega Watts) توانائی خارج کرتا ہے، جس سے اس کا وزن چار ملین ٹن فی سیکنڈ (4Million Tonnes Per Second) کم ہوتا رہتا ہے۔ (ص:۲۸، توانائی کے ذرائع)

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ برقی شعاعوں میں جسامت بھی ہوتی ہے اور شمسی شعاعوں کے نکلنے سے سورج کا وزن کم بھی ہوتا ہے اور یہ دونوں امور بلاشبہہ عین اور مادّہ کے اوصاف ہیں۔

چوتھی نشست

۱۸ر صفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۳ر جنوری ۲۰۱۱ء بروز یک شنبہ، شام

تیسرا موضوع۔

زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال

اس موضوع سے متعلق سوال یہ تھا کہ:

(۱) کتابت یا کمپوزنگ میں اسماے جلالت، اسماے رسالت اور

قرآنی آیات کو اس طرح لکھا جاتا ہے کہ گنبد، مینار یا محراب کی شکل بن جاتی ہے، بغور دیکھنے اور پڑھنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات، یا اسمائے مقدسہ ہیں اور کبھی یہ بہ آسانی ظاہر ہوتا ہے، ساتھ ہی گنبد و محراب کی شکل بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۲) کبھی ان کلمات کو آیات کو اس طرح سیٹ کرتے ہیں کہ پھلوں، پھولوں یا پتوں کی شکل بن جاتی ہے۔

(۳) کبھی اس طرح کتابت یا کمپوزنگ ہوتی ہے کہ کسی جان دار کی شکل بن جاتی ہے۔

(۴) شادی یا کسی اور تقریب کے موقع پر رنگ برنگ کے جلتے بجھتے قمقموں اور بلبوں کو اس طرح سیٹ کیا جاتا ہے کہ لکھی ہوئی قرآنی آیات یا کلمۂ طیبہ یا تسمیہ وغیرہ کی صورت بن جاتی ہے، یہ صورت دائیں بائیں چلتی، پھیلتی، سکڑتی، غائب ہوتی، ظاہر ہوتی نظر آتی ہے۔ ایسا آرائش وزیبائش کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی نمائش کمپیوٹر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔

ان سوالات کے جوابات میں جو امور طے ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) قرآنی آیات، اسمِ جلالت، اسمِ رسالت یا متفرق کلماتِ قرآنی، یا غیر قرآنی کو اس طرح بنانا کہ کسی جان دار کی تصویر بن جائے، یہ جان دار کی صورت گری کی وجہ سے حرام و ناجائز ہے۔ مزید برآں شئے معظم کا استخفاف بھی ہے۔

(۲) قرآنی آیات کو غیر ذی روح اشیا کی شکل میں اس طرح بنانا کہ رسمِ عثمانی کی مخالفت یا کسی حرف کی تقدیم و تاخیر ہو، یا کچھ غیر قرآنی حروف و اشکال کی ملاوٹ ہو، یہ بھی ناجائز ہے۔

(۳) بہت سے نمونے بغور دیکھنے کے بعد یہی ظاہر ہوا کہ تزیین و آرائش کے طور پر بنی ہوئی شکلوں میں رسمِ عثمانی کی موافقت بھی نہیں رہتی، بعض حروف کی تقدیم و تاخیر، یا بعض حروف و اشکال کا اضافہ ہو جاتا ہے، اس لیے یہ فرض کرنا کہ کوئی تمام امور کی رعایت برقرار رکھتے ہوئے گنبد و محراب کی شکل بنائے، محض ایک مفروضہ ہوگا، اس لیے اس کی اجازت دینے کا معنی محض ایک فرضی اور خیالی چیز کی اجازت ہے۔

علاوہ ازیں قرآنی آیات کی کتابت کا مقصد یہ ہے کہ انھیں بہ آسانی پڑھ کر ان میں جو حکمت و موعظت ہے اس سے درس حاصل کیا جائے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآنی آیات کو صاف واضح خط میں اصولِ کتابت اور رسمِ قرآنی کی پابندی کے ساتھ لکھا جائے، نہ یہ کہ پڑھنا اور سمجھنا دشوار بنانے کے ساتھ کسی پھل، یا عمارت، یا گنبد و محراب کا تصور پیدا کیا جائے۔ اس لیے بھی اس کی اجازت نہیں۔

اور اگر کسی حقیر اور بے وقعت چیز کی شکل دی گئی تو اس میں ایک وجہِ ممانعت مزید ہوگی۔ یعنی آیاتِ معظّمہ یا کلماتِ معظّمہ کو بہ شکل حقیر دکھانا۔

(۴) شادیوں میں قرآنی آیات، مقدس اسما و کلمات کو جلتے بجھتے قمقموں کے ذریعہ اس طرح سیٹ کرنا کہ کلمات دائیں بائیں چلتے، پھیلتے، سکڑتے، ٹھہرتے، اچانک غائب، ظاہر ہوتے نظر آئیں اور کلمات کے رقص کا سماں پیدا ہو، یہ ناجائز و حرام ہے۔

اور اگر ایسی صورت نہ ہو، ایک حالت پر ساکن رکھا جائے تو بھی محض آرائش کے لیے ان کلماتِ معظّمہ کا استعمال ان کی عظمت کے خلاف اور ناجائز و گناہ ہے۔ اور قرآنی آیات میں بے وضو چھونا، شادی کے قبل و بعد ایسی جھالروں کو بے وقعتی سے رکھنا وغیرہ مفاسد بھی پائے جاتے ہیں اور رسمِ قرآنی کی پوری موافقت بھی عموماً نہیں ہوتی۔ یہ سب الگ اسبابِ حرمت ہیں۔

اس تفصیل سے کمپیوٹر میں ایسے کلمات و نقوش کو بے جا حرکتوں کے ساتھ دکھانے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ایک حالت پر صحیح کتابت میں کمپیوٹر کے اندر دکھایا جائے تو حرج نہیں۔

(۵) اگر محفلِ مسلمین اور محفلِ کفار میں امتیاز کے لیے قمقموں کے ذریعہ کچھ غیر قرآنی کلمات دکھائے جائیں، مثلاً خوش آمدید، مرحبا، اہلاً وسہلاً، شادی مبارک، تو بہ نظرِ امتیاز اس کا جواز ہے۔ واضح رہے کہ عربی حروف بھی معظم اور خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ اس لیے ان کا بھی ادب ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

(۶) اسی طرح اگر کوئی شخص کلمۂ طیبہ یا تسمیہ لکڑی وغیرہ کے بورڈ پر صحیح انداز میں قمقموں کے ذریعہ سیٹ کر کے اپنے کمرے یا دوکان میں برکت کے لیے رکھے اور نامناسب حرکتوں کے بغیر انھیں روشن کرے تو بہ نظر تبرک اس کے لیے بھی جواز کا حکم ہے۔

(۷) آیاتِ قرآنیہ اور اسمائے مبارکہ کو خوش خط لکھ کر خیر و برکت کے لیے گھر میں ادب و تعظیم کی جگہ رکھنا جائز ہے۔

(۸) سیب وغیرہ طیب و طاہر پھلوں اور کھانے کی چیزوں پر لکھ کر علاج کے لیے انھیں تناول کیا جائے، یہ بھی جائز ہے۔

⑨ یا خاص علامت وغیرہ کے لیے اس کی حاجت ہو، جیسے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقے کے اونٹوں کی ران پر "حَبِيْسٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ" لکھوانا یا درہم و دینار پر اسمائے معظمہ لکھنا وغیرہ یہ بھی صورتِ جواز ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم و علمه أتم و أحكم.

پانچویں، چھٹی نشست

۱۹؍صفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۴؍جنوری ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ

چوتھا موضوع - انٹرنیٹ کے شرعی حدود

اس موضوع کے تحت درج ذیل سوالات سامنے آئے جن پر مندوبین نے مقالات لکھے، پھر بحثیں ہوئیں اور فیصلے کیے گئے۔

سوالات:

① انٹرنیٹ پر اچھا، برا، مفید اور مضر سب کچھ ہے تو شرعاً انٹرنیٹ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز، بصورتِ جواز انٹرنیٹ پر پھیلی برائیوں سے بچنے کی تدابیر کیا ہوں گی؟

② اسلام مخالف مواد بھی انٹرنیٹ پر بہ کثرت ہیں۔ اسلام وسنیت کے خلاف اعتراضات کا جواب دینے کے لیے دوسروں کی ویب سائٹس وزٹ کرنا ہوتی ہیں، جب کہ بہت سی ویب سائٹس پر جان داروں کی تصاویر ہوتی ہیں، تو کیا ان ویب سائٹس کا وزٹ کرنا جائز ہے۔ وزٹ نہ کرنے کی صورت میں یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ ان ویب سائٹس پر اسلام مخالف کیا ہے اور نہ جاننے کی صورت میں جواب دینا بھی ممکن نہ ہوگا۔

③ انٹرنیٹ کا ایک آپشن ویڈیو کانفرنسنگ بھی ہے، اس میں باہم رابطہ کرنے والوں کی تصاویر مکمل نقل وحرکت کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ مختلف ممالک میں بیٹھ کر علما اور دانش ور کسی موضوع پر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اسی طرح ہم کلام ہوتے ہیں جس طرح ایک مجلس میں بیٹھ کر مباحثہ اور تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ ان صورتوں میں انٹرنیٹ پر نقل وحرکت کرتی ہوئی تصویریں نظر آتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ جائز ہے یا نہیں؟

جوابات:

① سوال (۱) کے جواب میں یہ طے ہوا کہ انٹرنیٹ بذاتِ خود ایک آلہ ہے، جو استعمال کرنے والے کے لحاظ سے جائز، ناجائز کوئی بھی کام انجام دے سکتا ہے۔ اگر اس کا استعمال جائز امور کے لیے کسی محظورِ شرعی کی آمیزش کے بغیر ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ بہت سی اخلاقی برائیاں بھی پھیلائی جا رہی ہیں، جن سے نئی نسل خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کو بچانا ضروری ہے، اس کی ممکنہ تدابیر عمل میں لائی جائیں اور اپنے تمام متعلقین کو مناسب ذرائع سے جائز و مفید کاموں میں لگایا جائے۔

② سوال (۲) کے جواب میں یہ طے ہوا کہ اسلام وسنیت کے خلاف جو کثیر مواد انٹرنیٹ کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے زیادہ موثر انداز میں انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام وسنیت کی اشاعت وحمایت میں جواب دیا جائے۔ بلکہ کچھ لائق افراد کو انٹرنیٹ ٹیکنالوجی کا ماہر بنایا جائے اور انھیں اشاعتِ حق و جوابِ اہلِ باطل کے کاموں پر مامور کیا جائے۔ اور ان کے مصارف بھی برداشت کیے جائیں۔ تاکہ موجودہ حالات کے مطابق ارشادِ ربانی: وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآ ہو سکیں۔

③ سوال (۳) کے جواب میں طے پایا:

[۱] - اکثر شرکاے سیمینار ویڈیو کانفرنسنگ میں نظر آنے والے ذی روح کے منظر کو محفوظ ہونے سے قبل عکس کے حکم میں مانتے ہیں، ان کے نزدیک یہ ویڈیو کانفرنسنگ مباح امور سے متعلق جائز ہے۔

[۲] - کچھ شرکاے سیمینار نظر آنے والے ذی روح کے منظر کو محفوظ ہونے سے قبل بھی تصویر مانتے ہیں، ان کے نزدیک بلا حاجتِ شرعیہ ویڈیو کانفرنسنگ ناجائز ہے۔

[۳] - محفوظ ہونے کے بعد ذی روح کا منظر سب کے نزدیک تصویر ہے اور ہر دو طبقہ کے نزدیک بلا حاجتِ شرعیہ یہ ویڈیو کانفرنسنگ ناجائز ہے۔

[۴] - حاجتِ شرعی ہو تو ہر طبقہ بہر صورت ویڈیو کانفرنسنگ جائز سمجھتا ہے۔

[۵] - کچھ مواقعِ حاجت یہ ہیں، جو ان کے اہل کے لیے جائز ہیں۔

[الف] اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مواد پر مشتمل ویب سائٹس وغیرہ کی تحقیق۔

[ب] اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جواب دینا اور دفاع کرنا۔

[ج] دعوت و تبلیغِ اسلام وسنیت کا فریضہ انجام دینا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مندوبین

اصحابِ مقالات اور شرکاے سیمینار

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی

مجلس شرعی مبارک پور کا اٹھارہواں فقہی سیمینار بھی بہ حسن وخوبی اختتام کو پہنچا۔ اس سیمینار میں درج ذیل ۴؍عنوانات پر مقالات لکھے گئے۔

(۱)-ایپیمیشن کا شرعی حکم (۲)-برقی کتابوں کی خرید وفروخت (۳)-زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال

(۴)-انٹرنیٹ کے شرعی حدود

ذیل میں اربابِ قلم، اصحابِ راے اور دیگر شرکاے سیمینار کی فہرست پیش ہے۔

----------------(اکابر)----------------

(۱) عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ مصباحی دام ظلہ — سرپرست مجلس شرعی وسربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

(۲) صدر العلما حضرت مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ — صدر مجلس شرعی وصدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳) محدث جلیل حضرت مولانا عبدالشکور عزیزی دام ظلہ — شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴) حضرت مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی دام ظلہ — مہتمم جامعہ امجدیہ، گانجہ کھیت، ناگ پور

(۵) مفتی مالوہ حضرت مولانا مفتی حبیب یار خاں دام ظلہ — مہتمم دارالعلوم نوری، اندور

----------------(اصحابِ مقالات)----------------

نمبر شمار	مقالہ نگار حضرات	مختصر پتہ	مقالہ ۱	مقالہ ۲	مقالہ ۳	مقالہ ۴
۶	سراج الفقہا حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ	صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارکپور	-	۱۶	۶	-
۷	حضرت مولانا محمد نصر اللہ رضوی	فیض العلوم محمد آباد مئو	۷	۴	۴	۶
۸	حضرت مولانا مفتی معراج القادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	-	-	-
۹	حضرت مولانا بدر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶	۳	۱	۲
۱۰	حضرت مولانا محمد عارف اللہ فیضی مصباحی	فیض العلوم محمد آباد مئو	۵	۵	۴	۹
۱۱	حضرت مولانا صدر الوریٰ مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶	۴	-	۴
۱۲	حضرت مولانا آل مصطفیٰ اشرفی مصباحی	جامعہ امجدیہ، گھوسی، مئو	۲۴	۳	۲	۵
۱۳	حضرت مولانا محمد ناظم علی رضوی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۱۹	۷	۷	۱۳
۱۴	حضرت مولانا مفتی انفاس الحسن چشتی	جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف	۴	-	۳	-

۱۵	حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیرآباد، مئو	۵	-	-	-
۱۶	حضرت مولانا مفتی محمد نسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	-	-	۲
۱۷	حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	-	-	۵
۱۸	حضرت مولانا اختر کمال قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۲	۲	۲
۱۹	حضرت مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، بنارس	۱۲	۴	۴	۲
۲۰	حضرت مولانا محمد انور علی نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ	۲۶	۳	۲	۶
۲۱	حضرت مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، سلطان پور	۲	۲	۲	۴
۲۲	حضرت مولانا محمد نظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ، بستی	۳	۲	۲	۲
۲۳	حضرت مولانا محمد رفیق عالم رضوی مصباحی	جامعہ نوریہ، بریلی شریف	۱۰	۵	۵	۶
۲۴	حضرت مولانا مفتی ابرار احمد امجدی	مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی	۷	۳	۲	-
۲۵	حضرت مولانا مفتی ابرار احمد اعظمی	دار العلوم نداے حق، جلال پور	۱۶	۶	۲	۹
۲۶	حضرت مولانا محمد مسیح احمد قادری مصباحی	جامعہ انوار القرآن، بلرام پور	۳	۳	۲	-
۲۷	حضرت مولانا منظور احمد عزیزی	جامعہ عربیہ سلطان، پور	۲	۱	۲	۲
۲۸	حضرت مولانا مفتی محمد عالم گیر مصباحی	دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور	۷	۱۲	۴	-
۲۹	حضرت مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۵	۴	۳
۳۰	حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۳	۳	-
۳۱	حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۲	۳	-
۳۲	حضرت مولانا محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۱۰	۱۳	-	۵

---(مقالہ نگار حضرات جو کسی وجہ سے شریکِ سیمینار نہ ہو سکے)---

۳۳	حضرت مفتی ابو سفیان نعیمی	جامعہ نعیمیہ، مرادآباد	-	-	-	۱
۳۴	حضرت مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی مصباحی	پچپڑوا، بلرام پور	-	۲	۲	-
۳۵	حضرت مولانا مفتی شہاب الدین نوری	دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف	۸	۳	۴	-
۳۶	حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی	مہراج گنج	۷	۲	۴	۵
۳۷	حضرت مولانا شمشاد احمد مصباحی	جامعہ امجدیہ، رضویہ، گھوسی، مئو	۳	۱	-	۳
۳۸	حضرت مولانا مفتی شیر محمد خاں رضوی	دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور	۱	۱	۱	۱

۳۹	حضرت مولانا عبدالسلام رضوی مصباحی	تلشی پور	۴	۳	۲	-
۴۰	حضرت مولانا مفتی معین الدین اشرفی مصباحی	دارالعلوم بہارشاہ ،فیض آباد	-	۵	۵	۶
۴۱	حضرت مولانا محسن ہادی	جام نگر	۳	-	-	-
۴۲	حضرت مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	مہراج گنج	۵	۲	۱	۱
۴۳	حضرت مولانا شیر محمد خاں رضوی مصباحی	دارالعلوم وارثیہ ،لکھنؤ	-	-	۴	-
۴۴	حضرت مولانا احمد رضا مصباحی	مدرسہ تنویر الاسلام، امرڈوبھا	۲	۱	۲	۲
۴۵	حضرت مولانا محمود علی مشاہدی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	۳	-	-
۴۶	حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۲	۳	-
۴۷	حضرت مولانا نور احمد قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۳	-	-
۴۸	حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۶	۷	-
۴۹	حضرت مولانا محمد شاہد رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۳	-	-
۵۰	حضرت مولانا عابد رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	-	۴	-
۵۱	حضرت مولانا کہف الوریٰ مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	۴	۴	-
۵۲	حضرت مولانا قطب الدین رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	۶	-	-
۵۳	حضرت مولانا شبیر عالم مصباحی	گجرات	-	۲	۳	-

(بقیہ شرکاے سیمینار)

۵۴	حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی، مانچسٹر	۵۵	حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی، دہلی
۵۶	حضرت مولانا محمد ادریس مصباحی، بستی	۵۷	حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، چریاکوٹ
۵۸	حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی، مرادآباد	۵۹	حضرت مولانا عبدالحق رضوی مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۶۰	حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور	۶۱	حضرت مولانا قاری جلال الدین صاحب، روناہی فیض آباد
۶۲	حضرت مولانا محمد مسعود احمد برکاتی مصباحی، امریکہ	۶۳	حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۶۴	حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶۵	حضرت مولانا قاضی شہید عالم رضوی، بریلی شریف
۶۶	حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی، مبارک پور	۶۷	حضرت مولانا بشیر القادری، گریڈیہ
۶۸	حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۶۹	حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری، گجرات
۷۰	حضرت مولانا محمد سعید صاحب، روناہی، فیض آباد		

------------------(مقامی علماے کرام)------------------

۷۱	حضرت مولانا مفتی اشرف رضا صاحب، ممبئی	۷۲	حضرت مولانا محمد شاہد علی نوری، ممبئی
۷۳	حضرت مولانا معین الحق علیمی، ممبئی	۷۴	حضرت مولانا مفتی محمد زبیر مصباحی، ممبئی
۷۵	حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا مصباحی، ممبئی	۷۶	حضرت مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی مصباحی، ممبئی
۷۷	حضرت مولانا سید اکرام الحق مصباحی، ممبئی	۷۸	حضرت مولانا قاری محمد شرف الدین مصباحی، ممبئی
۷۹	حضرت مولانا افتخار اللہ مصباحی، ممبئی	۸۰	حضرت مولانا مظہر حسین علیمی، ممبئی
۸۱	حضرت مولانا صادق رضا مصباحی، ممبئی	۸۲	حضرت مولانا اسید رضا سعدی، ممبئی
۸۳	حضرت مولانا محمد عرفان علیمی، ممبئی	۸۴	حضرت مولانا سرفراز نجمی، ممبئی
۸۵	حضرت مولانا محمد خالد رضا نجمی، ممبئی	۸۶	حضرت مولانا غلام غوث محی الدین نجمی، ممبئی
۸۷	حضرت مولانا محمد اصغر رضا رضوی، ممبئی	۸۸	حضرت مولانا زاہد الرحمٰن نوری، ممبئی
۸۹	حضرت مولانا محمد سالک حسین مصباحی، ممبئی	۹۰	حضرت مولانا نور عالم مصباحی، ممبئی
۹۱	حضرت مولانا غلام حسین مصباحی، ممبئی	۹۲	حضرت مولانا عبد الستار مصباحی، ممبئی
۹۳	حضرت مولانا ارشاد احمد مصباحی، ممبئی	۹۴	حضرت مولانا انوار الحق مصباحی، ممبئی
۹۵	حضرت مولانا محمد شریف امجدی، ممبئی	۹۶	حضرت مولانا مفتی محمد شکیل مصباحی، بھیونڈی
۹۷	حضرت مولانا مفتی محبوب رضا مصباحی، بھیونڈی	۹۸	حضرت مولانا شمس الدین مصباحی، بھیونڈی
۹۹	حضرت مولانا انوار نظامی، بھیونڈی	۱۰۰	حضرت مولانا مفتی اسلم مصباحی، بھیونڈی
۱۰۱	حضرت مولانا ابرار احمد مصباحی، بھیونڈی	۱۰۲	حضرت مولانا اسلم مصباحی، بھیونڈی
۱۰۳	حضرت مولانا احمد رضا یمنی، شافعی، بھیونڈی	۱۰۴	حضرت مولانا اظہار احمد قادری، بھیونڈی
۱۰۵	حضرت مولانا نفیس احمد، بھیونڈی	۱۰۶	حضرت مولانا عبد اللہ نجمی، بھیونڈی
۱۰۷	حضرت مولانا سید عمران نجمی، بھیونڈی	۱۰۸	حضرت مولانا عظمت اللہ مصباحی، بھیونڈی
۱۰۹	حضرت مولانا ابو الحسن قادری، بھیونڈی	۱۱۰	حضرت مولانا تہذیب الاسلام مصباحی، بھیونڈی
۱۱۱	حضرت مولانا لئیق قادری، بھیونڈی	۱۱۲	جناب قاری نذر عالم صاحب، بھیونڈی
۱۱۳	جناب قاری صدیق صاحب، بھیونڈی	۱۱۴	جناب وقار عزیزی صاحب، بھیونڈی
۱۱۵	جناب قاری ریاض الدین اشرفی، ممبئی	۱۱۶	جناب مولانا شوکت علی رضوی، کلیان

منظومات

دین کی عزت دے دے

میرے اللہ مجھے دولت وعزت دے دے
دولتِ عشقِ نبی، دین کی عزت دے دے

جان دے دیں گے مگر آنچ نہ آنے دیں گے
اے خدا بہرِ نبی ہم کو وہ غیرت دے دے

اپنے کاندھوں پہ ترا بارِ امانت لے لیں
عزم کو کوہ سے بھی زیادہ صلابت دے دے

قطرۂ خونِ رگِ جان بنے تیرا گواہ
دین کی راہ میں یارب وہ شہادت دے دے

آج کے دور کا انسان ہے پروردۂ ظلم
اس کو انصاف بہ اسلوبِ رسالت دے دے

صرف ہم سچ ہی کہیں، سچ کے سوا کچھ نہ کہیں
صدقہ صدیق کا ہم کو وہ صداقت دے دے

الفتِ آلِ عبا، حبِ صحابہ ہو عطا
وجہِ بخشش ہو جو عقبیٰ میں وہ نسبت دے دے

اسوۂ سرورِ عالم پہ عمل ہو اپنا
میرے مولا ہمیں توفیقِ اطاعت دے دے

ہیں گنہ گار نہیں تابِ حسابِ محشر
شافعِ حشر کی ہم سب کو شفاعت دے دے

عظیم آقا

مشامِ انسان ہو معطّر چلے کچھ ایسی نسیم آقا
سکوں دہِ قلبِ مضطرب ہے ترے چمن کی شمیم آقا

جہانِ امکاں میں ان کے جیسا ہوا ہے کوئی نہ ہوگا کوئی
ہر اک سے برتر، ہر اک سے افضل ہر ایک شے سے عظیم آقا

برس رہا ہے سحابِ رحمت ہر ایک شے پر ہر اک زمیں پر
مگر بہ تخصیصِ اہلِ ایماں ہیں وہ رؤف و رحیم آقا

تمھارے در پر کھڑے ہوئے ہیں تمام انسان وجن فرشتے
کہ جملہ مخلوق کے لیے ہے تمھارا لطفِ عمیم آقا

جہانِ وہم وگماں کے راہی نہیں ہیں واقف صراطِ حق سے
شعورِ ہستی نہیں ہے ان کو عطا ہو عقلِ سلیم آقا

تمھاری سیرت کی اتباع ہے مدارِ فوز و فلاحِ انساں
نجاتِ دارین کا ہے ضامن تمھارا خلقِ عظیم آقا

بھٹک رہے تھے تمام انساں، نظامِ باطل کی وادیوں میں
ہدایتِ کاملہ سے تیری ملی رہِ مستقیم آقا

سرکار آئے ہیں

فرشِ زمیں پہ عرش کے انوار آئے ہیں
یعنی حریمِ کعبہ میں سرکار آئے ہیں

آقا، حیاتِ قلب ونظر ہو عطا انھیں
دار الشفا میں آپ کے بیمار آئے ہیں

اے قاسمِ خزانۂ خلاقِ کائنات
خیرات دیں حضور کہ نادار آئے ہیں

دشتِ جنوں میں گم شدہ راہوں کے قافلے
طیبہ چلیں کہ قافلہ سالار آئے ہیں

در پر ہجومِ خلق کا منظر ہے سامنے
رحمت کا در کھلا ہے طلب گار آئے ہیں

جب بھی غم و الم میں ہوا مبتلا قمرؔ
یادوں کی شکل میں مرے سرکار آئے ہیں

نتیجۂ فکر: علامہ قمر الزماں اعظمی، لندن